تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

برائے طلباء از 2014ء تا 2016ء

نورانی گائیڈ

حل شدہ پرچہ جات

درجہ عالمیہ

2

شبیر بر

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

برائے طلباء از 2014ء تا 2016ء

نُورانی گائیڈ

حل شُدہ پرچہ جات

مُفتی مُحمّد احمد نُورانی دامت برکاتہم عالیہ

درجہ عالیہ ✡ سال دوئم

شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

حل شُدہ پرچہ جات

المعروف

نُورانی گائیڈ

برائے طلباء / برائے طالبات

درجہ عامہ سال اول
درجہ عامہ سال دوئم
درجہ عالیہ سال اول
درجہ عالیہ سال دوئم
درجہ خاصہ سال اول
درجہ خاصہ سال دوئم
درجہ عالمیہ سال اول
درجہ عالمیہ سال دوئم

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور فون: 042-37240084

نظامیہ کتاب گھر
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور 0301-4377868

مکتبہ متینویہ سیفیہ
پرانی سبزی منڈی روڈ بہاولپور۔ موبائل: 0301-7728754

مکتبہ اہلسنت
مکہ سنٹر نزد اردو بازار لاہور

مکتبہ اہلسنت
اندرون بوہڑ گیٹ ملتان

مکتبہ قادریہ
داتا دربار مارکیٹ لاہور
042-37226193

رضا بک شاپ
شاہ حسین چوک گجرات

مکتبہ غوثیہ عطاریہ
اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی راولپنڈی
فون: 051-577702

مکتبہ نوریہ رضویہ

[redacted]

شبیر برادرز® زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور فون: 042-37246006

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

نورانی گائیڈ

باہتمام: **ملک شبیر حسین**
سن اشاعت فروری 2017
قیمت =/160 روپے

شاکر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور
فون: 042-37240084

شبیر برادرز (رجسٹرڈ) زبیدہ سنٹر، ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ترتیب

☆ عرضِ ناشر ۴

﴿درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء﴾

☆ پرچہ اوّل: صحیح بخاری ۵
☆ پرچہ دوم: صحیح مسلم ۱۷
☆ پرچہ سوم: جامع ترمذی ۲۹
☆ پرچہ چہارم: سنن ابوداؤد و آثار السنن ۴۰
☆ پرچہ پنجم: سنن نسائی و سنن ابن ماجہ ۵۱

﴿درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء﴾

☆ پرچہ اوّل: صحیح بخاری ۷۱
☆ پرچہ دوم: صحیح مسلم ۸۲
☆ پرچہ سوم: جامع ترمذی ۹۲
☆ پرچہ چہارم: سنن ابوداؤد و آثار السنن ۱۰۳
☆ پرچہ پنجم: سنن نسائی و سنن ابن ماجہ ۱۱۶

﴿درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء﴾

☆ پرچہ اوّل: صحیح بخاری ۱۲۸
☆ پرچہ دوم: صحیح مسلم ۱۳۹
☆ پرچہ سوم: جامع ترمذی ۱۵۲
☆ پرچہ چہارم: سنن ابوداؤد و آثار السنن ۱۵۶
☆ پرچہ پنجم: سنن نسائی و سنن ابن ماجہ ۱۸۱

عرضِ ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

ہمارے ادارہ کے قیام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کے تراجم و تفاسیر، کتب احادیث نبوی کے تراجم و شروحات، کتبِ فقہ کے تراجم و شروحات، کتبِ درس نظامی کے تراجم و شروحات اور بالخصوص نصابِ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے تراجم و شروحات کو معیاری طباعت اور مناسب داموں میں خواص و عوام اور طلباء و طالبات کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ مختصر عرصہ کی مخلصانہ سعی سے اس مقصد میں ہم کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟ یہ بات ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ تاہم بطور فخر نہیں بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر ہم اس حقیقت کا اظہار ضرور کریں گے کہ وطن عزیز پاکستان کا کوئی جامعہ، کوئی لائبریری، کوئی مدرسہ اور کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جہاں ہماری مطبوعات موجود نہ ہوں۔ فالحمد للہ علٰی ذٰلك

علوم و فنون کی اشاعت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ طلباء و طالبات کی آسانی اور امتحان میں کامیابی کے لیے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے سابقہ پرچہ جات حل کر کے پیش کیے جائیں۔ اس وقت ہم ''نورانی گائیڈ (حل شدہ پرچہ جات)'' کے نام سے تمام درجات کی طالبات کے لیے علمی تحفہ پیش کر رہے ہیں، جو ہمارے قلمی معاون جناب مفتی محمد احمد نورانی صاحب کے قلم کا شاہکار ہے۔ نصابی کتب کا درس لینے کے بعد اس حل شدہ پرچہ جات کا مطالعہ سونے پر سہاگہ کے مترادف ہے اور یقینی کامیابی کا ضامن ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایک طرف تنظیم المدارس کے پرچہ جات کا خاکہ سامنے آئے گا اور دوسری طرف ان کے حل کرنے کی عملی مشق حاصل ہوگی۔ اگر آپ ہماری اس کاوش کے حوالے سے اپنی قیمتی آراء دینا پسند کریں، تو ہم ان آراء کا احترام کریں گے۔

آپ کا مخلص: شبیر حسین

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح البخارى﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: السوال الأول اجبارى ولك الخيار فى البواقى أن تجيب عن الثلثة

السوال الأول: عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على رجل من الأنصار وهو يعظ أخاه فى الحياء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعه فان الحياء من الايمان .

(١) ترجم الحديث الى الأردية وبين أن "دعه" أية صيغة وأى قسم من الأقسام السبعة الصرفية؟ (١٠)

(٢) عرف الحياء وفصل معنى قوله "وهو يعظ أخاه فى الحياء"؟ (٧)

(٣) من هم الأنصار ولم سموا بهذا الاسم؟ اذكر خمسة أسماء للصحابة من الأنصار؟ (٨)

السوال الثانى: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين وانما أنا قاسم والله يعطى ولن تزال هذه الأمة قائمة على أمر الله لا يضرهم من خالفهم حتى ياتى أمر الله .

(١) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ (١٠)

(٢) بين علاقة قوله صلى الله عليه وسلم "انما أنا قاسم" بما قبله؟ (٥)

(٣) ما المراد "هذه الأمة"؟ جميع الامة أو جماعة مخصوصة؟ وعلى الثانى عين تلك الجماعة؟ (١٠)

السوال الثالث: ان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل مثنى مثنى ويوتر بركعة .

(١) ترجم الحديث الى الأردية ؟ (٥)

(٢) اكتب اختلاف الائمة الأربعة فى عدد ركعات الوتر مع دلائلهم؟ (١٠)

(٣) أيد مذهبك بالدلائل القوية!؟ (٥)

(٤) أجب عن الحديث المذكور فى السوال ما يوافق مذهبك؟ (٥)

السوال الرابع: عن جبير بن مطعم قال أضللت بعير الى فذهبت بعرفة فقلت هذا والله من الحمس فما شانه ههنا؟

(١) ترجم الحديث الى الأردية وبين مراد الجملة المخطوط عليها؟ (١٠)

(٢) كم حجة حج النبى صلى الله عليه وسلم قبل الهجرة وبعدها؟ وأيضا اذكر تعداد عمراته صلى الله عليه وسلم؟ (١٠)

(٣) لم سميت قريش بالحمس؟ (٥)

السوال الخامس: عن أنس بن مالك أن النبى صلى الله عليه وسلم نعى جعفر او زيد اقبل أن يجيئ خبرهما وعيناه تزرفان .

(١) ترجم الحديث الى الأردية؟ (٥)

(٢) اذكر أحوال جعفر وزيد نسبا وشرافة وفى أية غزوة استشهدا؟ (١٠)

(٣) فى هذا الحديث معجزة للنبى صلى الله عليه وسلم، ماهى؟ أوضحها؟ (١٠)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ اول: صحیح بخاری﴾

سوال نمبر 1: عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على رجل من الأنصار وهو يعظ أخاه فى الحياء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعه فان الحياء من الايمان .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين أن "دعه" أية صيغة وأى قسم من الأقسام السبعة الصرفية ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، "دعه" کون سا صیغہ ہے اور ہفت اقسام میں سے یہ کیا ہے؟)

(ب) عرف الحياء وفصل معنى قوله "وهو يعظ أخاه في الحياء"

(حیاء کی تعریف کریں اور "وهو يعظ اخاه فى الحياء" کا تفصیلی مفہوم بیان کریں؟)

(ج) من هم الأنصار ولم سموا بهذا الاسم؟ اذكر خمسة أسماء للصحابة من الأنصار؟

(انصار کون ہیں اور ان کا یہ نام کیوں رکھا گیا ہے؟ انصار صحابہ سے پانچ کے اسماء گرامی تحریر کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو "حیاء" کے بارے میں پند و

نصیحت کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تو اسے چھوڑ، کیونکہ حیاء، ایمان کا حصہ ہے۔

لفظ "دعــه" صیغہ اور اس کا ہفت اقسام سے تعلق: لفظ "دَعْ" صیغہ واحد مذکر، فعل امر حاضر معروف ثلاثی مجرد، ہفت اقسام سے، ناقص یائی باب نَصَرَ یَنْصُرُ۔ انت ضمیر اس میں پوشیدہ ہے، جو فاعل ہے اور "ہ" ضمیر منصوب محلاً مفعول بہ ہے۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(ب) حیاء کی تعریف اور "وهو يعظ اخاه فى الحياء" کا مفہوم:

حیاء کا لغوی معنیٰ ہے: ملامت کرنا، سرزنش کرنا، خوفزدہ ہونا۔ اصطلاحی معنیٰ ہے: معصیت و نافرمانی کے کاموں سے دور رہنا اور ان کا ارتکاب نہ کرنا۔

ہر مسلمان خود بے حیائی اور برے امور سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بالخصوص بھائیوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے، تاکہ اسلامی معاشرہ کے وہ مہذب افراد بن جائیں اور باعزت زندگی گزار سکیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ایک انصاری صحابی اپنے بھائی کو "حیاء" کے بارے میں سخت الفاظ میں نصیحت کر رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں شدید الفاظ اور گرفت کرتے ہوئے سماعت فرمایا تو فرمایا: تم اپنے بھائی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو، جب یہ صاحب ایمان ہیں تو صاحب حیاء بھی بن جائیں گے، کیونکہ ایمان اور حیاء دونوں معارض اشیاء نہیں ہیں بلکہ حیاء، ایمان کا حصہ ہے۔

(ج) انصار کی وجہ تسمیہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) مہاجرین: یہ وہ لوگ ہیں جو مکہ چھوڑ کر اور عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ آ گئے، تاکہ کفار کے مظالم اور ان کی عداوتی کارروائی سے محفوظ رہ سکیں۔ (۲) انصار: یہ وہ لوگ ہیں جو مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے اپنے مہاجرین بھائیوں کی دل کھول کر معاونت کی اور انہیں اپنے

پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ چونکہ انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کی خوب مدد کی تھی، اسی وجہ سے انہیں "انصار" کہا جاتا ہے۔

پانچ انصار صحابہ کے اسماء گرامی: انصاری صحابہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ان میں سے پانچ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
۲- حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ
۳- حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ
۴- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ
۵- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

سوال نمبر 2: **قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهَهُ فِى الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللهُ يُعْطِىْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةٌ عَلٰى أَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِىَ أَمْرُ اللهِ۔**

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية

(حدیث پر اعراب لگائیں، پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بين علاقة قوله صلى الله عليه وسلم "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ" بما قبله۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ" کا ماقبل سے تعلق واضح کریں؟)

(ج) ما المراد "هذه الأمة"؟ جميع الامة أو جماعة مخصوصة؟ وعلى الثانى عين تلك الجماعة؟

("هــذه الامة" سے مراد تمام امت ہے یا خاص جماعت ہے؟ بر سبیل ثانی اس کا تعین کریں؟)

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر کاربند رہے گی اور اس کا دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔ (یعنی قیامت قائم ہو جائے گی)

(ب) ”اِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ“ کا ماقبل سے تعلق:

عبارت ”اِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ“ کا ماقبل سے دو طرح سے تعلق ہو سکتا ہے: (۱) ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف ہے۔ پہلے جملہ میں یہ مضمون بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس آدمی سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ دوسرے جملے میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی عنایات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اسی طرح میں اللہ تعالیٰ کی عنایات اور فضل وکرم سے تقسیم کاری میں مصروف عمل ہوں۔ پہلے جملے میں مفعول متعین ہے کہ دین و بھلائی کی دولت عطا کی جاتی ہے لیکن تقسیم کاری میں مفعول کا تذکرہ ہی نہیں ہے تاکہ عطاء اور تقسیم کاری ہر چیز کو شامل ہو جائے۔ (۲) ایک واقعہ کا دوسرے واقعہ پر عطف ہے یعنی پہلے عطاء الٰہی کا ذکر ہوا ہے اور اب عطاء مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے۔

(ج) ”هٰذِهِ الْاُمَّةِ“ سے مراد:

زیر بحث حدیث میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ یہ امت بھلائی پر قائم رہے گی اور دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس امت سے مراد پوری امت نہیں ہے، کیونکہ امت میں تو امت دعوت بھی شامل ہے۔ امت سے مراد جماعت ہے اور جماعت سے بھی ”سواد اعظم“ مراد ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا: ”اتبعوا السواد الاعظم“ اس سے مراد اہل سنت و جماعت ہیں۔

سوال نمبر 3: **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعة ۔**

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اكتب اختلاف الائمة الأربعة فى عدد ركعات الوتر مع دلائلهم؟

(نماز وتر کی تعداد رکعات کے حوالے سے مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(ج) أيد مذهبك بالدلائل القوية؟

(آپ اپنے مذہب کو قوی دلائل سے بیان کریں؟)

(د) أجب عن الحديث المذكور فى السوال ما يوافق مذهبك ۔

(مذکورہ حدیث کا اپنے مذہب کے مطابق جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت دو، دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے تھے۔

(ب) نماز وتر میں تعداد رکعات کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

نماز وتر کی تعداد رکعات کتنی ہے؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز وتر کی رکعات تین ہیں، جو دو تشہد اور ایک سلام کے پڑھی جاتی ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کی دو رکعات پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(ii) آپ کی ہی روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر تین رکعات ادا فرماتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(iii) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الخ، دوسری رکعت میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ۝ الخ اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص کی قرأت کرتے تھے۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر ایک رکعت سے گیارہ رکعت تک ہے۔ تاہم تین رکعت اور دو سلام کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نماز وتر ایک رکعت ہے، جو رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی ہے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز وتر ایک رکعت پڑھی تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں، لیکن وہ فقیہ شخص تھے۔

(iii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھتے تھے جبکہ نماز وتر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں:

(الف) دوگانہ نماز کے ساتھ مزید ایک رکعت ملا کر تین رکعت نماز وتر بنائی جاتی تھی۔

(ب) دو رکعت کے ساتھ مزید ایک رکعت شامل کر کے تین رکعت نماز وتر بنالی جاتی تھی۔

(ج) مجتہد ہونے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امتیاز حاصل تھا۔

(ج) مذہب ودلائل:

ہمارا مذہب عیاں ہے کہ نماز وتر تین رکعات ہیں، جو دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں۔ ہمارے مذہب کی تائید عمل صحابہ سے بھی ہوتی ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین تلامذہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعت نماز وتر ادا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الخ، دوسری رکعت میں سورہ کافرون اور تیسری میں سورہ اخلاص کی قرأت فرماتے تھے۔

(د) حدیث مذکور کے حوالے سے سوال اوراس کا جواب:

حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز ادا کرتے تھے لیکن وتر ایک رکعت پڑھتے؟ اس کا مطلب یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے ساتھ مزید ایک ملا کر تین رکعت بنا لیتے تھے۔

سوال نمبر 4: عن جبیر بن مطعم قال أضللت بعیر الی فذھبت بعرفة فقلت ھذا واللہ من الحمس فما شانہ ھھنا؟

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة وبین مراد الجملة المخطوط علیھا۔

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ اور خط کشیدہ جملہ کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) کم حجة حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الھجرة وبعدھا؟ وأیضا اذکر تعداد عمراتہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

(ہجرت سے قبل اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے؟ نیز آپ کے عمروں کی تعداد بتائیں؟)

(ج) لم سمیت قریش بالحمس؟

(قریش کو "حمس" کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ میری بکری گم ہوگئی، میں (تلاش کرتا ہوا) عرفات میں پہنچا (وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے) میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ قریش سے ہیں۔ (یارسول اللہ) آپ یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

اَضْلَلْتُ: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معروف، ثلاثی مزید فیہ، باب افعال۔ گم کرنا، گم پانا، دستیاب نہ ہونا۔

بعرفَۃَ: اس کی جمع عرفات آتی ہے، میدان کا نام جو مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حجاج کرام یہاں قیام کرتے ہیں اور یہ قیام حج کا رکن اعظم ہے۔ عرفہ کا معنیٰ ہے پہچاننا، زمین پر نزول کے بعد حضرت آدمؑ اور حضرت اماں حوا رضی اللہ عنہ کی یہاں ملاقات ہوئی اور باہم انہوں نے پہچان لیا۔ اسی مناسبت سے اس میدان کو عرفات یا عرفہ کہا جاتا ہے۔

الحمس: اس کا لغوی معنیٰ ہے: بہادری، شجاعت، دلیری۔ چونکہ قریش کے لوگ بھی بہادر وشجاع تھے، اس لیے ان کے لیے لفظ ''حمس'' استعمال کیا جاتا ہے۔

(ب) ہجرت سے قبل اور ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجوں کی تعداد:

ہجرت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حج نہیں کیا تھا لیکن ہجرت کے بعد آپ نے ایک حج کیا تھا۔ آپ کے اس حج کو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ آپ کی زندگی کا یہ پہلا اور آخری حج تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل چار عمرے ادا فرمائے تھے۔ (۱) ۶ھ میں حدیبیہ کے سال ذی القعدہ میں۔ (۲) آئندہ سال ذی القعدہ میں عمرہ کیا، جسے عمرۃ القضاء سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۳) ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر ادا کیا۔ (۴) ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا تھا۔

(ج) قریش کو ''حمس'' نام سے یاد کرنے کی وجہ

لفظ ''حمس'' سے مراد ہے: بہادر، دلیر، شجاع۔ قریش کے لوگ بھی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے اور بہادری کی خوبی یا وصف ان میں کمال درجہ کا پایا جاتا تھا، اسی مناسبت سے انہیں ''حمس'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش سے متعلق تھے،

اس لیے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے لیے لفظ ''حمس'' استعمال کیا تھا۔

سوال نمبر 5: عن أنس بن مالك أن النبى صلى الله عليه وسلم نعى جعفر او زيد اقبل أن يجيئى خبرهما وعيناه تزرفان .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية!

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر أحوال جعفر وزيد نسبا وشرافة وفى أية غزوة استشهدا؟

(حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات، نسب وشرافت بیان کریں؟ نیز بتائیں کہ وہ کون سے غزوہ میں شہید ہوئے تھے؟)

(ج) فى هذا الحديث معجزة للنبى صلى الله عليه وسلم، ماهى؟ أوضحها؟

(اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ بھی ہے، بتائیں وہ کون سا معجزہ ہے اور اس کی وضاحت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خبر شہادت آنے سے قبل ان کے بارے میں بتا دیا تھا اور اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(ب) حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے حالات:

حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے حالات زندگی درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ:

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ خاندان قریش کے چشم وچراغ ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں

ہے: جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ، نام جعفر اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور شاہ حبشہ کے دربار میں اسلام کی خوب ترجمانی کی تھی۔ ۷ھ تک آپ حبشہ میں ٹھہرے رہے، پھر مدینہ طیبہ آ گئے اور اسی سال غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔ آپ نے اس غزوہ میں بہادری و شجاعت کے جوہر دکھائے اور کثیر دشمنوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

۲- حضرت زید رضی اللہ عنہ:

آپ انصار سے متعلق اور مدینہ طیبہ کے رہائشی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے حوالے سے آپ کی خدمات قابل صد ستائش ہیں۔ امور خیر میں دلچسپی لیتے اور پیش پیش دکھائی دیتے تھے۔ غزوہ موتہ میں شامل ہوئے، خوب شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان دونوں جانثاروں کی شہادت کی اطلاع اپنے صحابہ کو دی، تو اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(ج) حدیث مذکورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کی وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے بے شمار خصائل، فضائل، اوصاف، خصوصیات اور معجزات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا۔ آپ کی خصوصیات سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علام الغیوب بنایا اور اس حوالے سے آپ کے بے شمار واقعات ہیں۔ حدیث مذکور میں آپ کا ایک معجزہ یہ بیان ہوا ہے کہ غزوہ موتہ میں شامل ہونے والے لوگوں میں سے حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شامل تھے۔ ان کے جام شہادت نوش کرنے کی اطلاع آپ نے پیشگی دے دی تھی۔ آپ نے جس طرح اطلاع دی تھی اسی طرح واقعات پیش آئے اور دونوں صحابہ نے جام شہادت نوش کیا۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الثانية: لصحيح مسلم﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السوال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن الثلثة

السوال الأول: عن ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لايبيع الرجل علی بيع أخيه ولا يخطب علی خطبة أخيه :لا أن ياذن له

(۱) ترجم الحديث الی الأردية؟ (۵)

(۲) هل البيع علی البيع والخطبة علی الخطبة ممنوعان علی العموم أوفی صورة مخصوصة؟

وعلی الثانی بين تلك الصورة مع علة النهی؟ (۱۰)

(۳) هل الشراء علی الشراء داخل فی النهی ام لا؟ ولم؟ وهل الاستثناء متعلق بالبيع والخطبة كليهما أو بأحدهما؟ (۱۰)

السوال الثانی: ان رسول الله صلی الله عليه وسلم نهی عن المزارعة۔

(۱) اكتب الاختلاف بين الامام أبی حنيفة وصاحبيه فی جواز المزارعة وعدم جوازها وبين القول المفتیٰ به مع وجه الترجيح؟ (۱۵)

(۲)عرف البیوع الآتیة مع أحکامها الشرعیة:

الملامسة، بیع الحصاة، بیع الغرر، بیع المعاومة، بیع العربان؟ (۱۰)

السوال الثالث: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الذی یجری ثیابه من الخیلاء لاینظر الله الیه یوم القیامة

(۱)ترجم الحدیث الی الأردیة؟ (۵)

(۲)اذکر کیفیات الاسبال؟ وهل الاسبال بدون الخیلاء جائز أم لا؟(۱۰)

(۳)هل الاسبال جائز للنساء أم مکروه؟ بینه بالدلیل، الی أین یرفع الازار وما هی السنة فیه؟ (۱۰)

السوال الرابع: عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم یستاذنه فی الجهاد فقال أحی والداك؟ قال نعم! قال ففیهما فجاهد

(۱)ترجم الحدیث الی الأردیة وشکل قولة "احی والداك"؟ (۵)

(۲)ماهو حکم اذن الوالدین للجهاد الفرض والنفل؟ بینه مفصلا؟ (۱۰)

(۳)اذا کان الوالدان کافرین فما حکم اذنهما؟ اذکر أیضا مفصلا؟ (۱۰)

السوال الخامس: (۱)اکتب ترجمة الامام مسلم رحمه الله تعالیٰ وخصائص صحیحه؟ (۱۵)

(۲)اکتب الموازنة بین الصحیحین للبخاری ومسلم، أیهما أصح وأرجح؟ ولم؟ (۱۰)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ دوم: صحیح مسلم﴾

سوال نمبر 1: عَن ابن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لایبیع الرجل علی بیع أخیه ولا یخطب علی خطبة أخیه الا أن یاذن له

(الف)ترجم الحدیث الی الأردیة

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)هل البیع علی البیع والخطبة علی الخطبة ممنوعان علی العموم أوفی صورة مخصوصة؟ وعلی الثانی بین تلك الصورة مع علة النهی؟

(کیا بیع پر بیع کرنا اور پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجنا مطلقاً منع ہیں یا کسی خاص صورت میں؟)

(ج)هل الشراء علی الشراء داخل فی النهی ام لا؟ ولم؟ وهل الاستثناء متعلق بالبیع والخطبة کلیهما أو بأحدهما؟

(کیا فروخت پر فروخت ممانعت میں داخل ہے یا نہیں؟ کیا استثناء بیع اور پیغام نکاح دونوں کے بارے میں ہے یا دونوں میں سے ایک کے بارے میں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ وہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجے مگر اس کی اجازت سے۔

(ب) بیع علی البیع اور خطبہ علی الخطبہ کی ممانعت کی صورت:

بیع علی البیع اور خطبہ علی الخطبہ کی صورت ممانعت کے لیے شرط یہ ہے کہ اس میں یقین ہو۔ اگر مشکوک صورت ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے بلکہ جائز ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں کسی کی حق تلفی کا امکان نہیں ہے۔ دونوں امور میں ممانعت کا حکم یکساں ہے۔

(ج) شراء علی الشراء کا شرعی حکم:

بیع علی البیع کی طرح شراء علی الشراء کے لیے حکم ممانعت نہیں ہے جبکہ اس میں صحت شراء کی تمام شرائط موجود ہوں۔ حدیث مذکور میں بیع علی البیع فرمایا گیا ہے اور شراء علی الشراء نہیں فرمایا گیا۔

استثناء کا تعلق: حدیث مذکور میں جو استثناء ہے، اس کا تعلق دونوں امور سے نہیں ہے بلکہ محض خطبہ سے ہے، کیونکہ بیع علی البیع میں حق تلفی کا امکان باقی ہے جبکہ خطبہ کی صورت میں اجازت لے کر پیغام نکاح بھیجا جائے تو اس میں حق تلفی کا امکان باقی نہیں رہتا۔

سوال نمبر 2: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن المزارعة ۔

(الف) اکتب الاختلاف بین الامام أبی حنیفة وصاحبیه فی جواز المزارعة وعدم جوازها وبین القول المفتیٰ به مع وجه الترجیح؟

(مزارعت کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین کا اختلاف بیان کریں؟ مفتی بہ قول کے لیے ترجیح کی وجہ بھی ذکر کریں؟)

(ب) عرف البیوع الأتیة مع أحکامها الشرعیة:

الملامسة، بیع الحصاة، بیع الغرر، بیع المعاومة، بیع العربان ۔

(درج ذیل بیوع کی تعریف کریں اور ان کا حکم بیان کریں؟)

(۱) بیع ملامسہ۔ (۲) بیع حصاۃ۔ (۳) بیع غرر۔ (۴) بیع معاومہ۔ (۵) بیع عربان۔

جواب: (الف) مزارعت کے جواز یا عدم جواز پر امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف:

مزارعت کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کی زمین ہوتی ہے اور دوسرا اس میں کاشت کاری کی خدمت انجام دیتا ہے۔ مالک اس بات پر معاہدہ کرتا ہے کہ حاصل ہونے والی پیداوار کا نصف، یا ثلث یا ربع تمہارا ہے باقی میرا ہوگا۔ اس کو مخابرہ بھی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ مزارعت کے جواز یا عدم جواز کے حوالے سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے مسئلہ مزارعت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: مجھ سے حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے۔

(ii) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم کاشتکاری کرتے اور زمین تہائی یا چوتھائی حصہ میں کرایہ پر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے چچا آئے تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نافع چیز سے منع فرما دیا ہے اور آپ کی اطاعت میں ہماری کامیابی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار یا مقررہ پیداوار پر دینے سے منع کر دیا ہے۔

۲- صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مزارعت جائز ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے باشندوں کو وہاں کی زمین اور باغات نصف پیداوار پر بطور

مزارعت عنایت فرمادی تھی۔

(ii) حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: اہل مدینہ تہائی یا چوتھائی پیداوار پر معاملہ زراعت طے کرتے تھے۔

(iii) حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر عمل کروایا تھا۔

صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عداوت، کدورت اور مخالفت کی بناء پر اس سے منع فرمایا تھا، اگر یہ امور درمیان میں نہ ہوں تو اس کے جواز میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۲) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اللہ تعالیٰ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے کہ میں اس روایت کے بارے میں ان سے زیادہ جانتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انصاری صحابہ کو باہم تنازع کرتے ہوئے ملاحظہ کیا تو فرمایا: اس طرح کے جھگڑے سے بچنے کے لیے تم اپنی زمین کرائے میں نہ دو۔

مفتی بہ قول اور وجہ ترجیح: مسئلہ مزارعت کے حوالے سے معمول بہ اور مفتی بہ قول صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور مابعد فقہاء کا بھی تا دور حاضر اس کے جواز پر عمل رہا ہے اور ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کو ترجیح حاصل ہے، ان کا قول مفتی بہ ہے اور معمول بہ۔ چونکہ صاحبین کے دلائل قوی و مضبوط ہیں، اس لیے ان کے قول اور مؤقف کو ترجیح حاصل ہے۔

(ب) بیوع کی تعریفات اور ان کا حکم:

مندرجہ بالا بیوع کی تعریفات اور حکم درج ذیل ہے:

۱-الملامسہ: وہ بیع ہے جس میں جو شخص مبیع کو پہلے چھو لیتا تھا، وہ اس کا حقدار بن جاتا تھا۔

حکم: زمانہ جاہلیت کی بیع ہونے کی وجہ سے یہ منع ہے۔

۲-بیع الحصاۃ: کسی بھی چیز کا ذخیرہ (ڈھیر) ہو، بائع اور مشتری دونوں اس کی متفقہ قیمت طے کر لیں، مشتری جس بھی ڈھیر پر کنکری پھینکے گا تو اسے دیکھے بغیر بیع منعقد ہو جائے گی اور فریقین کو انکار کی اجازت نہیں ہوگی۔

حکم: زمانہ جاہلیت سے متعلق اور نقصان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے منع و حرام ہے۔

۳-بیع الغرر: وہ بیع ہے، جس میں مبیع کی ہلاکت کے سبب بیع باطل یا فسخ ہونے کا اندیشہ ہو۔

حکم: بیع کی ناقص صورت ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

۴-بیع معاومہ: باغات کے پھلوں کو چند سال تک فروخت کرنا۔

حکم: دھوکہ اور نقصان کی صورت متوقع ہونے کی وجہ سے منع ہے۔

۵-بیع العربان: معاملہ بیع قوی کرنے کی غرض سے کچھ رقم جمع کروا دینا۔

حکم: یہ جائز ہے۔

سوال نمبر 3: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الذی یجری ثیابہ من الخیلاء لاینظر اللہ الیہ یوم القیامة

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر کیفیات الاسبال ۔ وهل الاسبال بدون الخیلاء جائز أم لا؟

(اسبال کی کیفیت بیان کریں؟ کیا تکبر کے بغیر اسبال جائز ہے یا نہیں؟)

(ج) هل الاسبال جائز للنساء أم مکروه؟ بینه بالدلیل، الی أین یرفع الازار وما هی السنة فیه؟

(کیا خواتین کے لیے اسبال جائز ہے یا مکروہ؟ اسے دلیل سے بیان کریں؟ تہبند کہاں تک اٹھانا سنت ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی تکبر کے سبب اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہے تو اللہ تعالیٰ (کل) قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(ب) اسبال کی کیفیات:

اسبال کی مشہور کیفیات درج ذیل ہیں:

(i) تہبند زمین پر لگتا ہو۔

(ii) تہبند ٹخنوں سے نیچے ہو مگر زمین کو نہ چھوئے۔

(iii) تہبند صرف ٹخنوں تک ہو اور ٹخنوں کو چھپاتا ہو۔

تکبر وغرور کے بغیر اسبال کا حکم: اسبال اگر تکبر وغرور کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کم علمی، جہالت اور بے عملی کی وجہ سے ہو، وہ اس روایت کے زمرے میں نہیں آتا۔ تاہم مسئلہ معلوم ہونے کی صورت میں اسبال کرنا قابل مؤاخذہ ہوگا۔ بہر حال اس سے احتراز بہتر ہے۔

(ج) خواتین کے لیے اسبال کا شرعی حکم:

اگر خواتین اپنا کپڑا لٹکائیں تو قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ زمین پر نہ پڑتا ہو۔ خواتین تکبر کی بنا پر اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹیں تو ممنوع ہے اور اس کی وعید حدیث مذکور میں موجود ہے۔ مردوں کے لیے مسنون یہ ہے کہ اپنا تہبند ٹخنوں کے اوپر رکھیں اور عورتیں ٹخنوں کے نیچے رکھ سکتی ہیں۔

سوال نمبر 4: عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال جاء رجل الی النبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم یستاذنہ فی الجہاد فقال أحی والداك؟ قال نعم! قال ففیہما فجاھد

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة وشكل قولة "احی والداك"؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: "أحی والداك" پر اعراب لگائیں)

(ب) ماھو حكم اذن الوالدين للجهاد الفرض والنفل؟ بينه مفصلا؟

(جہاد فرض اور جہاد نفل کے لیے والدین سے اجازت کا حکم کیا ہے؟ تفصیل سے بیان کریں)

(ج) اذا كان الوالدان كافرين فما حكم اذنهما؟ اذكر أيضا مفصلا ۔

(جب والدین کافر ہوں تو ان سے اجازت لینے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ایک شخص جہاد میں شمولیت کی اجازت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی خدمت بجالاؤ، تمہارے لیے یہی جہاد ہے۔

"أَحَیٌّ وَّالِدَاكَ" پر اعراب: جہاد کی اجازت لینے والے آدمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اَحی والداک؟ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس عبارت پر اعراب مطلوب ہیں جو یوں ہیں: "أَحَیٌّ وَّالِدَاكَ"

(ب) جہاد فرض یا نفلی میں شمولیت کے لیے والدین سے اجازت کا مسئلہ:

جب مسلمانوں پر جہاد فرض ہو چکا ہو اور والدین یا دونوں میں سے ایک موجود ہو، وہ بڑھاپے یا علالت کے سبب غیر کے محتاج ہوں، ایسا شخص امیر وقت کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور والدین کے بارے میں صورتحال ان پر واضح کر دے۔ پھر اگر وہ جہاد میں شامل ہونے کا حکم کرے تو شمولیت اختیار کرے ورنہ والدین کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ اگر والدین غیر کے محتاج نہ ہوں تو جہاد میں شامل ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ والدین سے

اجازت حاصل کرے۔

اگر جہاد نفلی ہو تو جہاد میں ہرگز شامل نہ ہو بلکہ والدین کی خدمت کرے، کیونکہ اس موقع پر نہ امیر وقت سے اجازت کی ضرورت ہے اور نہ والدین سے۔ تاہم ان کی خدمت کرنا افضل ہے اور یہی اس کے لیے جہاد ہے۔

فرض عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کے لیے والدین سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ان امور کا تعلق حقوق اللہ سے اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے بندے سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ج) والدین کافر ہونے کی صورت میں ان کے لیے جہاد میں شمولیت کی اجازت کا مسئلہ:

جب والدین غیر مسلم ہوں، خواہ غیر کے محتاج ہوں یا نہ ہوں' جہاد فرض ہو یا نفلی بہر صورت ان سے اجازت حاص کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم والدین کا ادب واحترام اور تواضع ضرور کرے۔ ان کی نافرمانی اور دل ازاری سے احتراز کرے، کیونکہ یہ نافرمانی کے زمرے میں آئے گا۔

سوال نمبر5: **(الف) اكتب ترجمة الامام مسلم رحمه الله تعالىٰ وخصائص صحيحه؟**

(حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی اور ان کی صحیح کی خصوصیات تحریر کریں؟)

(ب) اكتب الموازنة بين الصحيحين للبخاری ومسلم، أيهما أصح وأرجح؟ ولم؟

(امام بخاری اور امام مسلم کی صحیحین کے درمیان موازنہ سپرد قلم کریں اور بتائیں کہ دونوں میں سے اصح اور ارجح کون ہے؟)

جواب: (الف) حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی:

صحاح ستہ کے مصنفین میں حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نمایاں ہے، آپ نے تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کی تدوین کے حوالے سے قابل صد ستائش خدمات انجام دیں۔ آپ کا اسم گرامی مسلم بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ ۲۰۶ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے نیشاپور، شام، عراق، حجاز اور مصر کے عدیم المثال محدثین سے علم حدیث حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ تکمیل علوم کے بعد آپ تاحیات علم حدیث کی تدریس اور تصنیف میں مصروف رہے۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ آپ سے کثیر طلباء نے علمی استفادہ کیا۔ اساتذہ کی طرح آپ کے فیض یافتہ تلامذہ بھی جلیل القدر اور بے مثال محدثین بنے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر محدث آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ نے تدریس یا علوم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے، جس کی آمدنی سے اپنی اور تلامذہ کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ تدریس حدیث کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ تصانیف کا سلسلہ دو درجن تک پہنچتا ہے۔

آپ کو درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور ذوق مطالعہ سے جنون کی حد تک محبت تھی جو تاحیات قائم رہی۔ ایک دفعہ رات کے وقت آپ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا، آپ نے وہ حدیث تلاش کرنا شروع کر دی، پاس کھجوروں کا پڑا ہوا ٹوکرا تھا جو ایک ایک کر کے کھاتے رہے۔ حدیث کی تلاش میں مصروفیت کی وجہ سے کھجوروں کی طرف توجہ نہ رہی۔ صبح ہوتے وقت حدیث دستیاب ہو گئی اور کھجوریں بھی ختم ہو گئیں۔ کھجوروں کا زیادہ کھانا ہی آپ کے وصال کا سبب بنا۔ چنانچہ ۲۴ رجب المرجب ۲۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

صحیح مسلم کی خصوصیات اور اہمیت: حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف میں

سے ''صحیح مسلم'' کو خوب شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب نے آپ کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔ اس کتاب کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ کتاب نہایت محنت شاقہ سے مرتب کی گئی۔ (۲) محدثین کرام نے اسے نظر تحسین سے دیکھا۔ (۳) زمانہ تصنیف سے لے کر تا دور حاضر دینی مدارس اور جامعات کے نصاب کی زینت بنی ہوئی ہے۔ (۴) **بعض محدثین** نے اسے صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے؟ (۵) کثرت سے اس کی شروحات **لکھی گئیں**۔ (۶) اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر سب سے زیادہ اس کے تراجم، حواشی **اور تعلیقات** لکھی گئیں۔

(ب) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مابین موازنہ اور دونوں میں اصح کو ترجیح حاصل ہونا:

کتب احادیث میں صحیح بخاری **اور** صحیح مسلم وہ ممتاز ترین کتب ہیں، جن کی نظیر پیش کرنے سے زمانہ قاصر رہا ہے۔ **حضرت** امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں ثقہ راوی سے حدیث اخذ کرتے ہیں۔ دونوں نے مختلف مقامات کا سفر کر کے اپنی صحیح کی تکمیل میں کامیابی حاصل کی۔ دونوں نے اپنی اپنی صحیح کو کئی بار مرتب کیا اور اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کامیاب کوشش کی۔ تعداد احادیث کے اعتبار سے بھی دونوں کتب قریب تر ہیں۔ قرآن کے بعد کتب حدیث میں صحیح بخاری کو درجہ اولیت حاصل ہے مگر بعض محدثین نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔ کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری پہلے درجہ کی کتاب اور صحیح مسلم کو دوسرا درجہ حاصل ہے۔ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ اس کی روایات اور اسناد قوی ہیں۔ تاہم صحیح مسلم کو جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ پر فوقیت حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الثالثة: لجامع الترمذی﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات **مجموع الأرقام: ۱۰۰**

الملاحظة: السوال الأول اجباری ولك فی البواقی أن تجيب عن الاثنين فقط۔

السوال الأول: عن انس بن مالك قال انما سمل النبی اعينهم لانهم سملوا اعين الرعاة ۔ وقال فی رواية اخریٰ: وسمرا اعينهم والقاهم بالحرة قال انس فنكت اریٰ احدهم يكد الارض بفيه حتی ماتوا وربما قال حماد يكدم الارض بفيه (الحديث)

(الف) شكل الحديث ثم انقله الی الأردية، حلل المخطوط بالتحليل الصرفی واللغوی؟ (۱۰)

(ب) من هو انس هذا؟ هل له قرابة مع النبی صلی الله عليه وسلم وماهی؟ بين بعض خصائصه؟ (۱۰)

(ج) ماهی المسائل المستنبطة من الحديث ۔ هل يجوز السمل او السمر مع انه نهی عن المثلة؟ (۲۰)

السوال الثانی: عن عبدالله بن مسعود ان النبی صلی الله عليه وسلم صلی الظهر خمسا فقيل له ازيد فی الصلوة ام نسيت فسجد سجدتين بعد

ماسلم .

(الف)انقل الحديث الى اللغة الاردية؟ (۵)

(ب)فی الحديث دليل على ان الكلام فی اثناء الصلوة جائز فما هو جوابه عند الاحناف؟ (۵)

(ج)اذكر اختلاف الائمة الاربعة فی سجدة السهو قبل السلام هی ام بعده مع دلائلهم؟ (۲۰)

السوال الثالث: عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم قال لاتقبل صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلول

(الف)انقل الحديث الى الاردية بعد وضع الاعراب على متنه وسنده؟ (۱۰)

(ب)بين اقسام القبول مع معانيها وبين ان ای قسم يرادهها مع ذكر القرائن الثلثة عليه؟ (۱۰)

(ج)ما المراد بفاقد الطهورين؟ واذكر الحكم الشرعی لفاقد الطهورين عند الائمة الاربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم؟ (۱۰)

السوال الرابع: عن ابن عباس (رضی الله عنهما) أن النبی صلى الله عليه وسلم تزوج ميمونة وهو محرم .

(الف)هل هذا الحديث معمول به عند الحنفية أم لا؟ ان كان الجواب بنعم فما جوابك عن الحديث المروى عن ميمونة حيث قالت: تزوجنی رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو حلال؟ (۱۵)

(ب)بين اختلاف الأئمة فی نكاح المحرم مع الدلائل؟ (۱۵)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ سوم: جامع ترمذی﴾

سوال نمبر 1: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّمَا سَمَلَ النَّبِىُّ اَعْيُنَهُمْ لِاَنَّهُمْ سَمَلُوْا اَعْيُنَ الرَّعَاةِ . وَقَالَ فِىْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى: وَسَمَرَا اَعْيُنَهُمْ وَالْقَاهُمْ بِالْحَرَّةِ قَالَ اَنَسٌ فَكُنْتُ اَرٰى اَحَدَهُمْ يَكُدُّ الْاَرْضَ بِفِيْهِ حَتّٰى مَا تُوْا وَرُبَمَا قَالَ حَمَّادٌ يَكْدُمُ الْاَرْضَ بِفِيْهِ (الحديث)

(الف)شكل الحديث ثم انقله الى الأردية، حلل المخطوط بالتحليل الصرفی واللغوی .

(حدیث پر اعراب لگائیں، پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی صرفی ولغوی تحقیق کریں؟)

(ب)من هو انس هذا؟ هل له قرابة مع النبی صلى الله عليه وسلم وماهی؟ بين بعض خصائصه؟

یہ انس کون ہیں؟ کیا ان کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری تھی؟ ان کی کچھ خصوصیات بیان کریں؟)

(ج)ماهی المسائل المستنبطة من الحديث . هل يجوز السمل او السمر مع انه نهى عن المثلة؟

(حدیث سے ثابت ہونے والے کون سے مسائل ہیں؟ کیا آنکھیں ضائع کرنا جائز ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے منع بھی فرمایا ہے؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اردو میں ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آنکھوں میں (گرم) سلائیاں پھروادیں، کیونکہ انہوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں دھوپ میں پھینک دیا تھا۔ راوی (حضرت انس بن مالکؓ) نے فرمایا: میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ زمین پر منہ کے بل پڑے ہوئے تھے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔ حماد اکثر فرمایا کرتے تھے: وہ پتھریلی زمین پر منہ کے بل ایڑیاں رگڑتے تھے۔

خط کشیدہ الفاظ کی صرفی ولغوی وضاحت: خط کشیدہ الفاظ کی صرفی ولغوی وضاحت درج ذیل ہے:

سَمَلَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مجرد صحیح باب نَصَرَ یَنْصُرُ۔ آنکھ پھوڑنا۔

اَلرُّعَاۃَ: فعل ثلاثی مجرد ناقص یائی باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے اسم فاعل ''اَلرَّاعِیَ'' کی جمع ہے۔ چرواہا۔

سَمْرَاَ: صیغہ واحد مذکر فعل ماضی معروف رباعی مجرد از باب فعللہ۔ ضائع کرنا، بے کار کرنا۔

یَکُدُّ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد مضاعف اور باب نَصَرَ یَنْصُرُ۔ محنت کرنا۔

یَکْدِمُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد باب ضَرَبَ یَضْرِبُ۔ دانتوں سے کاٹنا۔

(ب) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تعارف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور بعض خصوصیات:

راوی کا اسم گرامی انس رضی اللہ عنہ، جو انس بن مالک ہیں۔ بچپن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ قرابت اور خونی رشتہ نہ ہونے کے باوجود

آپ کی خوب خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دس سال تک خادم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں آپ نے کبھی انہیں ڈانٹا اور نہ ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ دس سال کے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مرتبہ بھی نہیں ڈانٹا، نہ یہ فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔

(ج) حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

حدیث انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہونے والے چند ایک مسائل درج ذیل ہیں:

☆ قانون کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں اور اس کی بالادستی کی غرض سے سزا کا ضابطہ جاری کیا گیا ہے۔

☆ دشمنوں اور ظالموں سے قصاص لینا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالموں سے اپنے صحابہ کے خون کا بدلہ لیا۔

☆ تعزیر یا قصاص دہشت کا باعث ہرگز نہیں ہے، بلکہ اس سے امن وامان قائم ہوتا ہے۔

☆ تمام صحابہ قابل احترام ہیں، ان کا دشمن اللہ ورسول کا دشمن ہے، جو قابل سزا ہے۔

قبیلہ عرینہ کے لوگوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروانے کی وجہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے پھر آپ نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں کیوں پھروائیں؟ اس کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ مثلہ کی ممانعت سے قبل ان لوگوں کو یہ سزا دی گئی تھی۔

☆ اسلام نے مظالم اور جرائم پر قابو پانے کے لیے قصاص کا قانون نافذ کیا ہے۔

سوال نمبر 2: عن عبداللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی

الظهر خمسا فقيل له ازيد في الصلوة ام نسيت فسجد سجدتين بعد ماسلم ۔

(الف)انقل الحديث الى اللغة الاردية؟

(حدیث کا اردو زبان میں ترجمہ کریں؟)

(ب)في الحديث دليل على ان الكلام في اثناء الصلوة جائز فما هو جوابه عند الاحناف؟

(حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے دوران گفتگو جائز ہے، احناف کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟)

(ج)اذكر اختلاف الائمة الاربعة في سجدة السهو قبل السلام هي ام بعده مع دلائلهم؟

(کیا سجدہ سہو سلام سے قبل ہے یا اس کے بعد؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث کا ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پانچ رکعت پڑھائی، آپ سے عرض کیا گیا: کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے یا آپ سے سہو ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے۔

(ب) دوران نماز گفتگو کا مسئلہ اور احناف کی طرف سے اس کا جواب:

زیر بحث حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دوران نماز گفتگو جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک ایسی گفتگو نواقض نماز سے متعلق ہے، تو پھر احناف کی طرف سے اس کا کیا جواب ہے؟ احناف کی طرف سے اس روایت کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث، اس روایت کے ساتھ منسوخ ہے جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہماری نماز لوگوں کی گفتگو کی مثل نہیں ہے۔'' ثابت ہوا کہ نماز میں گفتگو منع ہے۔

(ج) عمل سجدہ سہو کے بارے میں مذاہب آئمہ:

جب نماز میں ایسی صورت پیدا ہو جائے جس کے نتیجہ میں واجب چھوٹ جائے یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے یا سلام پھیرنے کے بعد؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو سامنے رکھا جائے گا، آپ نے جن نمازوں میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ کیا ہے، ان میں سلام سے پہلے سجدہ کیا جائے گا اور جن نمازوں میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا ہے، ان میں بعد میں کیا جائے گا۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ سہو تمام نمازوں میں سلام پھیرنے سے پہلے کیا جائے گا۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ اگر نماز میں کمی ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا ہو، تو وہ سلام پھیرنے سے قبل کیا جائے گا۔ اگر نماز میں زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا تو وہ ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے گا۔

۴- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہونے کی کوئی بھی صورت ہو، سجدہ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے گا۔ زیر بحث حدیث سے آپ نے استدلال کیا ہے، کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا تھا۔

سوال نمبر3: **عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ**

(الف)انقل الحديث الى الاردية بعد وضع الاعراب على متنه وسنده؟

(متن حدیث اور سند حدیث پر اعراب لگانے کے بعد حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بین اقسام القبول مع معانیها وبین ان ای قسم یرادههنا مع ذکر القرائن الثلثة علیه؟

(قبول کی اقسام اور معانی بیان کریں؟ اور بتائیں کہ یہاں کون سی قسم مراد ہے؟ اس پر تین قرائن بھی بیان کریں؟)

(ج) ما المراد بفاقد الطهورین؟ واذکر الحکم الشرعی لفاقد الطهورین عند الائمة الاربعة علیهم الرحمة مع دلائلهم؟

(فاقد طہورین سے کیا مراد ہے؟ فاقد الطہورین کے بارے میں مذاہب آئمہ فقہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی اور خیانت والا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا۔

(ب) قبول کی اقسام، ان کے معانی اور مراد کون سی قسم ہے:

قبول کی اقسام تین ہیں جو مع معانی درج ذیل ہیں:

۱- قبول بمعنی مقصد مطلوب حاصل ہونا: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی سلسل البول کے مرض میں مبتلا ہے، وہ حکم کے مطابق مامور بہ کو کمال طریقہ سے انجام دینے پر قدرت نہیں رکھتا مگر ایک بار طہارت کرنے سے مقصد مطلوب حاصل ہوجاتا ہے۔

۲- قبول بمعنی ترتیب الاجر علیہ: مامور بہ کو تمام ارکان وشرائط کے ساتھ انجام دینا تاکہ اس پر اجر وثواب مرتب ہو۔

۳- قبول بمعنی صحیح ہونا: مامور بہ کو تمام شرائط، ارکان اور فرائض کے ساتھ انجام دینا تاکہ دنیا میں اس سے برأت حاصل ہوجائے۔

یہاں کون سی قسم مراد ہے: یہاں آخری (تیسری) قسم مراد ہے، جس پر قرائن درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا)

(ii) ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے: مفتاح الصلٰوۃ الطهور (نماز کی چابی طہارت ہے)

(ج) فاقد طہورین کا مفہوم:

نماز، طواف، قرآن کریم کو چھو کر پڑھنے، سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر وغیرہ کے لیے وضو ہونا ضروری۔ اگر پانی میسر نہ ہو تو ان عبادات کی بجا آوری کے لیے تیمم کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایسی جگہ ہو جہاں وضو کرنا اور تیمم کرنا میسر نہ ہو، اسے ''فاقد الطہورین'' کہا جاتا ہے۔

''فاقد الطہورین'' کے بارے میں مذاہب آئمہ: جب کسی شخص کو وضو اور تیمم کرنے کی سہولت میسر نہ ہو، تو نماز کا وقت آنے پر وہ نماز ادا کرے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ''فاقد الطہورین'' نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے جس طرح چابی کے بغیر تالا نہیں کھل سکتا، اسی طرح وضو کے بغیر نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ جب طہارت مفقود ہونے سے نماز ہوتی ہی نہیں تو اس کے پڑھنے کا بھی فائدہ نہیں ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے ''فاقد الطہورین'' نماز ادا کرے گا لیکن طہارت پر قدرت حاصل ہونے پر نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ انہوں نے عقلی دلیل پیش

کی ہے کہ یہاں ''عذر نادر'' موجود ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''فاقد الطہورین'' نماز ادا کرے لیکن بعد میں اس کا اعادہ نہیں کرے گا۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عاریتاً ہار لیا تھا، جو کہیں گم ہو گیا۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ہار تلاش کرنے کے لیے روانہ کیا تو اسے دستیاب ہو گیا۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا، لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا جس سے وہ وضو کر سکیں۔ لوگوں نے پانی دستیاب نہ ہونے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آیت تیمم نازل کر دی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین اجر وثواب اور انعام سے نوازے! قسم بخدا! جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جو آپ کو ناپسند ہو، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بھلائی اتار دی۔

سوال نمبر 4: **عن ابن عباس (رضی اللہ عنہما) أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج میمونة وھو محرم۔**

(الف) ھل ھذا الحدیث معمول به عند الحنفیة أم لا؟ ان کان الجواب بنعم فما جوابك عن الحدیث المروی عن میمونة حیث قالت: تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو حلال؟

(کیا حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ بر سبیل اوّل حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا کیا جواب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر حالت احرام میں مجھ سے نکاح کیا تھا؟)

(ب) بین اختلاف الأئمة فی نکاح المحرم مع الدلائل

(حالت احرام میں نکاح کرنے کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) دو متعارض روایات میں تطبیق:

یہاں دو متعارض روایات ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے حالت احرام میں نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے غیر حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔ اس طرح دو روایات متعارض ہوئیں۔ دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے لغوی مراد ہے یعنی نکاح حالت احرام میں کیا تھا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے اصطلاحی معنیٰ مراد ہے یعنی جماع غیر حالت احرام میں کیا تھا۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض باقی نہ رہا۔

(ب) حالت احرام میں نکاح کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کیا حالت احرام میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح جائز ہے خواہ ناپسندیدہ ہے اور حالت احرام میں جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ باطل ہے۔ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کرنے، نکاح کرانے اور پیغام نکاح بھیجنے سے منع فرمایا ہے۔

احناف کی دلیل حدیث فعلی ہے اور آئمہ ثلاثہ کی روایت قولی ہے۔ جب فعلی اور قولی روایات میں تعارض آ جائے تو فعلی روایت کو قولی روایت پر ترجیح وفوقیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا احناف کی دلیل قوی ہے، اسے لیا جائے گا اور اس کے مقابل قولی روایت متروک ہو جائے گی۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الرابعة: لسنن ابی داؤد و آثار السنن﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات   مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: اجب عن الاثنین، الاثنین من کل قسم

القسم الاوّل...... لسنن ابی داؤد

السوال الأول: عن عبدالله ان امراة وجدت فی بعض مغازی رسول الله صلی الله علیه وسلم مقتولة فانکر رسول الله صلی الله علیه وسلم قتل النساء والصبیان

(الجزء الاول): بین حکم قتل النساء والصبیان والشیوخ من العدو مفصلاً؟ (8)

(الجزء الثانی): هل یجوزا حراق الاشجار والغرس واموال العدو فی القتال ام لا؟ بین موقفك بالدلائل؟ (7)

(الجزء الثالث): بین شرائط الجهاد وحکمه واقسامه ۔ هل فرض علینا الجهاد فی هذا الزمان؟ بین موقفك بالدلائل؟ (10)

السوال الثانی: عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لاتنکح الثیب حتی تستامر ولا البکر الا باذنها ۔ قالوا یا رسول الله صلی الله عیله وسلم وما اذنها؟ قال ان تسکت ۔

(الجزء الاول): هل یکفی سکوت البکر والثیب عند الاستیذان

مطلقا سواء کان الولی ابا اوجدا او غیرهما ام لا؟ وایضاً فی هذا الحکم کل واحد منهم سواء ام لا؟ وان کان الجواب فی النفی فما وجه الفرق؟ (7)

(الجزء الثانی): هل یجوز للولی ان یزوج مولیته من غیر استیذان ام لا؟ اذکر مذاهب الائمة الاربعة فی هذا المسئلة؟ (18)

السوال الثالث: عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تذبحوا الا مسنة الا ان تعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضان ۔

(الجزء الاول): بین معنی المسنة والجذعة من کل حیوان الاضحية ۔ وایضاً بین حکم جذعة من الضان التی لا الية لها ۔ هل تجوز الاضحية بها ام لا؟ (10)

(الجزء الثانی): بین معنی الاضحية لغة وشرعًا وایضًا بین ان ماهو سبب وجوبه؟ وهل تجب الاضحية علی الحاج المقیم فی مکة ام لا؟ بین موقفك بالدلائل ۔ (10)

(الجزء الثالث): بین اوصاف الاضحية التی کان النبی صلی الله علیه وسلم یضحی بها فی ضوء الاحادیث المذکورة فی سنن ابی داؤد (5)

القسم الثانی...... لآثار السنن

السوال الرابع: عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال سئل النبی صلی الله علیه وسلم عن الماء وما ینوبه من الدواب والسماع فقال: اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث ۔

(الجزء الاول): ترجم الحدیث باللغة الاردیة؟ (5)

(الجزء الثانی): متی یصیر الماء نجساً قلیله و کثیره؟ اکتب مذاهب الائمة الاربعة علیهم الرحمة مع دلائلهم واکتب ایضاً ترجیح مذهب

الاحناف بالدلائل؟ (20)

السوال الخامس: عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله عيله وسلم انه قال: اذا اشتد الحرفا بردوا بالصلٰوة فان شدة الحر من فيح جهنم رواه الجماعة .

(الجزء الاول): انقل الحديث الی اللغة الاردية؟ (5)

(الجزء الثانی): اكتب مذاهب الائمة الاربعة فی وقت صلٰوة الظهر والعصر مع دلائلهم ورجح مؤقفك بالدلائل؟ (20)

السوال السادس: اكتب اختلاف الائمة الاربعة فی القراء ة خلف الامام مع الدلائل ورجح مذهب الاحناف بالدلائل؟ (25)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ چہارم: سنن ابی داؤد وآثار السنن﴾

قسم اول: سنن ابی داؤد

سوال نمبر 1: **عن عبدالله ان امراة وجدت فی بعض مغازی رسول الله صلی الله عليه وسلم مقتولة فانكر رسول الله صلی الله عليه وسلم قتل النساء والصبيان**

(الف)بين حكم قتل النساء والصبيان والشيوخ من العدو مفصلاً؟

(دشمن (کفار) کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کرنے کا حکم تفصیل سے بیان کریں؟)

(ب)هل يجوزا حراق الاشجار والغرس واموال العدو فی القتال ام لا؟ بين موقفك بالدلائل .

(کیا جنگ کے دوران دشمن کے درختوں، باغات اور اموال کو نذر آتش کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف دلائل سے بیان کریں؟)

(ج)بين شرائط الجهاد وحكمه واقسامه . هل فرض علينا الجهاد فی هذا الزمان؟ بين موقفك بالدلائل .

(جہاد کی شرائط، اس کا حکم اور اس کی اقسام بیان کریں؟ کیا عصر حاضر میں ہم پر جہاد فرض ہے؟ اپنا مؤقف دلائل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) دشمن کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے کا شرعی حکم:

اسلام اعتدال پسند اور انصاف پسند ہے جس میں کسی حالت میں کسی پر ظلم وستم کرنے

کی اجازت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے دشمن، غیر مسلموں، قیدیوں اور جانوروں کے حقوق کا تعین کیا ہے۔ اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دشمن کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کے گھاٹ اتارا جائے۔ غزوہ بدر کے نتیجہ میں دشمن کے ستر (70) آدمی گرفتار ہوئے اور انہیں قیدی بنا لیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خورد ونوش اور دیگر ضروریات پورا کرنے کا سختی سے حکم دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو کسی محاذ پر دشمن سے معرکہ آراء ہونے کے لیے روانہ فرماتے تو انہیں خصوصیت سے اس بات کی ہدایت جاری فرماتے تھے: دشمن کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(ب) دوران جنگ دشمن کے درختوں، باغات اور اموال کو نذر آتش کرنے کی ممانعت:

اسلام امن پسند اور آفاقی دین ہے جس میں دشمن کے جان ومال اور عزت وناموس کی حفاظت کا قانون موجود ہے۔ خواہ امن کا زمانہ ہو یا دشمن سے جنگ کا دور ہو، اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ دشمن (کفار) کے درختوں، باغات اور مال ودولت کو نذر آتش کر کے نقصان پہنچایا جائے۔ دور رسالت اور دور خلفاء راشدین میں جہاد کے لیے روانہ کرنے سے قبل مجاہدین کو یہ بھی ہدایت کی جاتی تھی کہ دشمن کے درختوں، باغات اور اموال کو نذر آتش نہ کیا جائے۔ ان چیزوں کو نقصان پہنچانے کی صورت میں مجاہدین نہ خود ان سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور نہ دشمن۔ تاہم دشمن کے درختوں کو کاٹ کر لکڑی کی شکل میں اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ اسی طرح دشمن کے باغات کے پھلوں اور اموال کو مال غنیمت کے طور پر اپنے قبضہ میں لے کر ان سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

(ج) جہاد کی شرائط، حکم اور اس کی اقسام:

اعلاء کلمۃ الحق، اسلام کی ترقی وسربلندی اور اس کے تحفظ ودفاع کی جہد مسلسل کا نام جہاد ہے۔ اسلام نے بوقت ضرورت دشمن سے معرکہ آراء ہونے اور مقابلہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ جہاد کے مباح ہونے کی دو شرائط ہیں:

۱- دشمن قبول اسلام سے انکار کر کے اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائے۔

۲- جب مسلمانوں کو یقین ہو کہ انہیں دشمن پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

وجوب جہاد کی شرائط: وجوب جہاد کی چند شرائط ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) بالغ ہونا۔ (۴) مرد ہونا۔ (۵) آزاد ہونا۔ (۶) قوی وصحتمند ہونا۔ (۷) اخراجات برداشت کرنے کی قوت حاصل ہونا۔

جہاد فرض: حالات وواقعات اور وقت کے تقاضا کے مطابق بعض اوقات مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، جس کی چند شرائط درج ذیل ہیں:

(i) خلیفہ وقت جب دشمن سے جہاد کا اعلان کرے۔

(ii) جب دشمن معرکہ آراء ہو تو ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

(iii) جب دشمن کسی اسلامی حکومت پر قابض ہونا چاہتا ہو تو اپنا دفاع کرتے ہوئے اس کا مقابلہ کرنا۔

اقسام جہاد: جہاد کی مشہور دو اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- جارحانہ جہاد: جب دشمن مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو، جارحانہ عزائم رکھتا ہو، موقع ملنے پر مسلمان کے اموال کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہو اور اسلامی سلطنت پر قابض ہونے کا بھی ارادہ رکھتا ہو، تو ان حالات میں مسلمان سراپا احتجاج بن کر دشمن کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے میدان عمل میں نکل آئیں تو اسے ''جارحانہ جہاد'' کہا جاتا ہے۔

۲- مدافعانہ جہاد: جب دشمن کسی بھی اسلامی سلطنت پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے پیش قدمی کر چکا ہو، تو اس کے حملہ کو پسپا کرنے کے لیے مسلمانوں کا اس غاصبانہ اقدام کے لیے نکل آنا ''مدافعانہ جہاد'' کہلاتا ہے۔

عصر حاضر میں جہاد فرض عین ہونے کی صورتیں: اسلام پیشگی حملہ آور ہونے اور دشمن پر اپنا نظر مسلط کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم چند صورتوں میں مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

☆ خلیفہ وقت مسلمانوں کے لیے جہاد میں شرکت کا اعلان کرے۔

☆ جب دشمن جارحانہ انداز میں کسی اسلامی سلطنت میں داخل ہو جائے۔

☆ مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت ہو کہ وہ میدان میں ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔

سوال نمبر2: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتنکح الثیب حتی تستامر ولا البکر الا باذنھا ۔

قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ عیلہ وسلم وما اذنھا؟ قال ان تسکت ۔

(الف) ھل یکفی سکوت البکر والثیب عند الاستیذان مطلقا سواء کان الولی ابا اوجدا او غیرھما ام لا؟ وایضاً فی ھذا الحکم کل واحد منھم سواء ام لا؟ وان کان الجواب فی النفی فما وجہ الفرق؟

(کیا باکرہ اور ثیبہ کی خاموشی اجازت تصور ہوگی خواہ ولی باپ یا دادا یا ان کے علاوہ کوئی ہو یا نہیں؟ نیز یہ حکم دونوں کے لیے یکساں ہے یا نہیں؟ بر سبیل ثانی اس کا جواب کیا ہے؟)

(ب) ھل یجوز للولی ان یزوج مولیتہ من غیر استیذان ام لا؟ اذکر مذاھب الائمۃ الاربعۃ فی ھذا المسئلۃ؟

(کیا ولی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی مولیۃ کا نکاح اجازت کے بغیر کر دے یا نہیں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ اربعہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) بوقت نکاح باکرہ اور ثیبہ کی خاموشی اجازت ہونے کا مسئلہ:

بوقت نکاح ولی خواہ باپ ہو یا دادا یا ان کے علاوہ کوئی شخص، باکرہ کی خاموشی اجازت متصور ہوگی جبکہ ثیبہ (عورت) کا بولنا ضروری ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ باکرہ نے شرم کی وجہ سے سکوت اختیار کیا ہو لیکن ثیبہ میں اس شرم کا امکان نہیں ہے۔

اس حکم میں دونوں کا برابر نہ ہونا: کیا باکرہ اور ثیبہ دونوں کی خاموشی اجازت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ باکرہ کی خاموشی تو اجازت ہوگی لیکن ثیبہ کی خاموشی اجازت نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے باکرہ شوہر دیدہ نہ ہونے کی وجہ سے شرما سکتی ہے۔ اس کے برعکس ثیبہ چونکہ شوہر دیدہ ہوتی ہے، جو اجازت نکاح کے وقت شرما نہیں سکتی۔ لہٰذا اس کے لیے اقرار یا انکار کے لیے خاموشی معتبر نہیں ہوگی بلکہ زبان سے بولنا ضروری ہے۔

(ب) مولیۃ کی اجازت کے بغیر ولی کے نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا مولیۃ کی اجازت کے بغیر ولی اس کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالٰی کا مؤقف ہے کہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز ہے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ لیکن ثیبہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے۔ انہوں نے مشہور حدیث کے اس لفظ سے استدلال کیا ہے: "الایم" انہوں نے اس لفظ کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس لفظ کا اطلاق ہر عورت پر ہو سکتا ہے لیکن یہاں اس کے مجازی معنیٰ مراد ہیں یعنی بیوہ خاتون۔ مطلب یہ ہے بیوہ عورت کا نکاح کرتے وقت اس کی اجازت ضروری ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کسی سے کرنا درست نہیں خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ۔ آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی خاتون کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ باکرہ عورت کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی اجازت کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "اس کی خاموشی ہی، اس کی اجازت ہے۔"

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل یا تاویل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: لفظ "الایم" کے دو معانی ہیں: ایک حقیقی یعنی ہر عورت اور دوسرا مجازی جس کا معنیٰ ہے: "بیوہ عورت"۔ یہ اصول ہے کہ حقیقی معنیٰ ترک کر کے مجازی معنیٰ مراد لینا درست نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر3: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تذبحوا الا مسنة الا ان تعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان .

(الف) بين معنى المسنة والجذعة من كل حيوان الاضحية . وايضاً بين حكم جذعة من الضان التي لا الية لها . هل تجوز الاضحية بها ام لا؟

(قربانی کے ہر جانور کے مسنہ اور جذعہ کا معنیٰ بیان کریں؟ مینڈھے کا "جذعہ" چلتی کے بغیر ہونے کی صورت میں کیا اس کی قربانی جائز ہے؟)

(ب) بين معنى الاضحية لغة وشرعاً وايضاً بين ان ماهو سبب وجوبه؟ وهل تجب الاضحية على الحاج المقيم فى مكة ام لا؟ بين مؤقفك بالدلائل .

(لفظ "اضحیۃ" کا لغوی اور شرعی معنیٰ بیان کریں؟ وجوب قربانی کا سبب بیان کریں؟ کیا مکہ معظمہ میں مقیم حجاج کرام پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اپنا مؤقف بیان کریں؟)

(ج) بين اوصاف الاضحية التى كان النبى صلى الله عليه وسلم يضحى بها فى ضوء الاحاديث المذكورة فى سنن ابى داؤد

(سنن ابی داؤد کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں قربانی کے اس جانور کے اوصاف بیان کریں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کیا کرتے تھے؟)

جواب: (الف) قربانی کے ہر جانور کے "مسنہ" اور "جذعہ" کا معنیٰ:

جو جانور بطور قربانی ذبح کیے جاتے ہیں، وہ تین قسم کے ہو سکتے ہیں:

۱- بکرا، بکری، چھترا، چھتری اور دنبہ، دنبی
۲- گائے، بچھڑا، بھینس اور بھینسا
۳- اونٹ، اونٹنی

جانوروں کی عمریں: قربانی کے جانوروں کی عمریں یوں ہونا چاہیے:

پہلی قسم کے جانور کی عمر ایک سال، دوسری قسم کے جانور کی عمر دو سال اور تیسری قسم کے جانور کی عمر پانچ سال ہونی چاہیے۔

مسنہ: پہلی قسم کا جانور ایک سال عمر مکمل کر کے دوسرے سال میں داخل ہو جائے، دوسری قسم کا جانور اپنی عمر کے دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو جائے اور تیسری قسم کا جانور اپنی عمر کے پانچ سال مکمل کر کے چھٹے سال میں داخل ہو جائے۔

جذعہ: پہلی قسم کا جانور ایک سال کا، دوسری قسم کا جانور دو سال اور تیسری قسم کا جانور پانچ سال کا مکمل ہو جائے۔

اسباب وجوب قربانی: اسباب وجوب قربانی چار ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (۲) مقیم (۳) صاحب نصاب ہونا (۴) قربانی کے ایام ہونا

فائدہ: یاد رہے جس شخص میں ان شرائط واسباب میں سے کوئی نہ پایا جائے وہ قربانی کی نیت سے قربانی کا جانور خرید لیتا ہے، تو اس پر بھی اس جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی۔

مینڈھے کے جذعہ کی قربانی کا شرعی حکم: ایسا مینڈھا جس کی چلتی موجود نہ ہو، تو اس کی قربانی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایسا چھترا جس کی عمر چھ ماہ کی ہو مگر اس کی پرورش خوب کی گئی ہو، جو دوسرے جانوروں میں کھڑا کرنے سے سال بھر کا معلوم ہوتا، اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

(ب) "اضحیہ" کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ "اضحیہ" کا لغوی معنیٰ ہے: الگ کرنا، کاٹنا، جدا کرنا۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنیٰ ہے: مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں مخصوص مقصد کے لیے ذبح کرنا۔

وجوب قربانی کے اسباب: اس کی وضاحت پہلی جز کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

مکہ معظمہ میں مقیم حجاج کرام کے لیے قربانی کا شرعی حکم: حجاج کرام چونکہ غیر مقیم اور مسافر ہوتے ہیں، اس لیے ان پر قربانی واجب نہیں ہے۔ تاہم ان سے جو مناسک وارکان

حج ادا کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے، اس کے تدارک کے لیے قربانی کی جاتی ہے۔ وہ حجاج جو مکہ معظمہ میں مقیم ہوں، ان پر بھی حالت احرام میں قربانی واجب نہیں ہے۔

(ج) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے اوصاف:

(وہ حجاج کرام جو حج قران یا حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہوں' ان پر قربانی واجب ہے خواہ وہ خارجی ہوں یا داخلی۔ تاہم حج مفرد ادا کرنے والوں پر قربانی واجب نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے اوصاف احادیث کی روشنی میں درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن دو گندم گوں خصی مینڈھے قربانی کی نیت سے ذبح کرتے تھے۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا مینڈھا پیش کرنے کا حکم دیا کہ اس کے ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں ایسا جانور پیش کیا گیا' آپ نے خود ذبح فرمایا تھا۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موٹے تازے اور سینگوں والے جانور بطور قربانی ذبح کیا کرتے تھے۔ ان کی آنکھیں، منہ اور پاؤں سیاہ ہوتے تھے۔

﴿قسم ثانی: آثار السنن﴾

سوال نمبر 4: **عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الماء وما ینوبہ من الدواب والسماع فقال: اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث ۔**

(الف) ترجم الحدیث باللغة الاردیة؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) متی یصیر الماء نجسًا قلیلہ و کثیرہ؟ اکتب مذاہب الائمة الاربعة علیہم الرحمة مع دلائلہم واکتب ایضاً ترجیح مذہب الاحناف بالدلائل؟

(پانی قلیل ہو یا کثیر کب پلید ہوگا؟ مذاہب آئمہ اربعہ بیان کریں؟ نیز مذہب احناف کو دلائل سے ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں چار پائے اور درندے آتے ہوں؟ آپ نے جواب دیا: جب پانی دو مٹکوں کے مساوی ہو تو اسے کوئی چیز متاثر نہیں کر سکتی۔

(ب) پانی قلیل و کثیر کے نجس ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

پانی قلیل ہو یا کثیر جب اس میں نجاست گر جائے تو کب نجس ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کا مؤقف ہے کہ پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر، اس میں جب نجاست گر جائے تو اس وقت تک پلید نہیں ہوتا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں کوئی تبدیلی نہ ہو جائے۔ اوصاف ثلاثہ یہ ہیں: رنگ، بو اور ذائقہ۔ انہوں نے بئر بضاعہ والی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان الماء طہور لا ینجسہ شیء ۔** "پانی پاک ہے اور اسے کوئی چیز پلیند نہیں کر سکتی۔" اس روایت میں عدم نجس کا حکم قلیل و کثیر سب کو شامل ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک پانی قلیل میں نجاست گرنے سے پلید ہو جاتا ہے۔ اگر ماء کثیر ہو تو اس وقت نجس نہیں ہوتا جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث**" جب پانی دو قلے ہو تو وہ نجاست سے متاثر نہیں ہوتا۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ماءِ قلیل نجاست گرنے سے نجس ہو جاتا ہے لیکن ماءِ کثیر اس وقت نجس نہیں ہوتا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے۔

آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا یبولن احدکم فی الماء الدائم ۔** ''تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔''

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاناء ۔** ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ پانی میں نہ ڈالے۔''

ماءِ قلیل اور ماءِ کثیر کی مقدار میں اقوال آئمہ: ماءِ قلیل اور ماءِ کثیر کی مقدار میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو پانی قلتین سے کم ہو وہ قلیل ہے اور جو قلتین کے برابر یا اس سے زائد ہو وہ کثیر ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ماءِ قلیل و ماءِ کثیر کی مقدار کا شریعت میں تعین نہیں ہے۔ تاہم احناف کے اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(i) مبتلیٰ بہ کی رائے کا اعتبار ہوگا، اگر وہ قلیل تصور کرے تو قلیل ہوگا اور اگر کثیر سمجھے تو وہ کثیر ہوگا۔

(ii) پانی اتنی مقدار میں ہو کہ اس کے ایک کنارے سے حرکت کرنے سے دوسرے کنارے تک حرکت کرے، وہ قلیل ہے اور اگر دوسرا کنارہ حرکت نہ کرے تو ماءِ کثیر ہے۔

(iii) جو پانی دہ دردہ سے کم ہو، وہ قلیل ہے اور جو دہ دردہ کی مقدار میں یا اس سے زائد ہو وہ کثیر ہے۔

سوال نمبر 5: **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ عیلہ**

وسلم انہ قال: اذا اشتد الحرفا بردوا بالصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم رواہ الجماعۃ ۔

(الف) انقل الحدیث الی اللغۃ الاردیۃ؟

(حدیث پاک کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اکتب مذاھب الائمۃ الاربعۃ فی وقت صلوٰۃ الظھر والعصر مع دلائلھم ورجح موقفک بالدلائل؟

(نماز ظہر اور نماز عصر کے وقت کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟ آپ اپنے مؤقف کو دلائل کے ساتھ راجح قرار دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی سخت ہو تو تم نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو، کیونکہ گرمی کی سختی جہنم کی سانس کی وجہ سے ہے۔ اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(ب) نماز ظہر اور نماز عصر کے وقت کے بارے میں مذاہب آئمہ فقہ:

اس بات میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ زوال کا وقت ختم ہوتے ہی نماز ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نماز ظہر کے وقت کے اختتام اور نماز عصر کے وقت کے آغاز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ (حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ) کا مؤقف ہے کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ انہوں نے امامت جبرائیل علیہ السلام کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انہوں نے نماز عصر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر پڑھائی تھی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق نماز ظہر کا وقت اصلی سایہ کے

علاوہ ہر چیز کا سایہ ڈبل ہونے پر ختم ہو جاتا ہے اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زوال آفتاب کے بعد جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے نماز ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نماز ظہر کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ امامت جبرائیل والی روایت مابعد والی روایت سے منسوخ ہے یا مؤول ہے۔

اب دلائل و براہین کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کو ترجیح حاصل ہے، کیونکہ آپ کے دلائل قوی ہیں۔

سوال نمبر 6: **اکتب اختلاف الائمۃ الاربعۃ فی القراءۃ خلف الامام مع الدلائل ورجح مذہب الاحناف بالدلائل؟**

(قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں اور مذہب احناف کو ترجیح دیں؟)

جواب: قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ فقہ:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرأت خلف الامام درست نہیں ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ۔ "یعنی جب تلاوت قرآن کی جائے تو تم توجہ سے سنو اور خاموشی اختیار کرو۔"

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قراءۃ الامام لہ قراءۃ** ۔ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

۳- حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے نزدیک امام کی اقتداء میں قرأت کرنا مسنون نہیں ہے۔

۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے خطا کی۔

۵- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے، جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ٹھونسوں۔

۲- حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ انہوں نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے: **لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب** ۔ یعنی جب تک سورہ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے، نماز نہیں ہوتی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں نفس نماز کی نفی نہیں ہے بلکہ کمال کی نفی ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوي النهائي تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية في العلوم العربية والاسلامية

''السنة الثانية'' الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الخامسة: لسنن النسائي وابن ماجة﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: عليك ان تجيب عن اثنين، اثنين من كل قسم

القسم الاوّل...... سنن النسائي

السوال الأول: عن ابن عباس ان امرءة من خثعم سالت النبي صلى الله عليه وسلم غداة جمع فقالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فريضة الله في الحج على عباده ادركت ابي شيخا كبيراً لا يستمسك على الرحل ۔ افاحج عنه؟ قال نعم ۔

(الف)انقل الحديث الى الأردية؟ 5

(ب)هل يجوز للرجل ان يحج عن غيره وان لم يكن حج عن نفسه؟ بين اختلاف الفقهاء مدللا؟ 15

(ج)اجب عن دليل من يقول بعدم الجواز؟ 5

السوال الثاني: عن انس بن مالك انه راى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على حمار وهو راكب الى خيبر والقبلة خلفه؟

(الف)بين الصور التي يجوز فيها للمصلى ان يصلى الى جهة غير القبلة؟ 10

(ب)بين الاعذار التي تجوز صلٰوة الفرض بسببها على الدابة وهل

تجوز الصلٰوة بهذه الاعذار على القطار والمركب الهوائي ام لا؟ بين بالدلائل 15

السوال الثالث: عن انس ابن مالك قال كان لاهل الجاهلية يومان في كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيها وقد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم الاضحٰى

(الف)ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟ 10

(ب)ماهو العيد لغة واصطلاحاً؟ وما هو حكم صلٰوة العيدا هو واجب ام سنة؟ بين مذهب الامام ابى حنيفة والامام الشافعي عليهما الرحمة في هذه المسئلة؟ 15

القسم الثاني...... سنن ابن ماجة

السوال الرابع: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رايتم الهلال فصوموا واذا رايتموه فافطروا فان غم عليكم فاقدروا له

(الف)ترجم الحديث الى الأردية واشرح معنى الجملة المسطورة عليها؟ واذكر اقوال الائمة الاربعة والجمهور في شرحه؟ 12

(ب)من راى هلال رمضان او الفطر وحده هل يصوم او يفطر ام لا؟ بين هذه المسئلة مفصلاً؟ 13

السوال الخامس: عن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقتل نفس ظلماً الاكان ابن آدم الاول كفل من دمها لانه اوّل من سن القتل ۔

(الف)ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟ 10

(ب)هل لقاتل المومن توبة؟ بين هذه المسئلة في ضوء القرآن

والحديث وفصل المذاهب المختلفة فيها؟ 15

السوال السادس: عن عائشة قالت امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نعق عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة .

(الف)شكل الحديث وبين معنى العقيقة لغة واصطلاحا مع ذكر حكمة مشروعيتها؟ 10

(ب)ماهو حكم العقيقة هل هى واجبة ام سنة او مستحبة؟ فصل مذاهب الائمة الاربعة فى هذه المسئلة مع دلائلهم؟ 15

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ پنجم: سنن نسائی وسنن ابن ماجۃ﴾

قسم اول: سنن نسائی

سوال نمبر 1: عن ابن عباس ان امرءة من خثعم سالت النبى صلى الله عليه وسلم غداة جمع فقالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فريضة الله فى الحج على عباده ادركت ابى شيخا كبيراً لا يستمسك على الرحل . افاحج عنه؟ قال نعم .

(الف)انقل الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)هل يجوز للرجل ان يحج عن غيره وان لم يكن حج عن نفسه؟ بين اختلاف الفقهاء مدللا؟

(کیا کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے غیر کی طرف سے حج کرے جبکہ اس نے خود حج نہ کیا ہو؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ج)اجب عن دليل من يقول بعدم الجواز؟

(جو شخص عدم جواز کا قائل ہے، اس کی دلیل کا جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: بیشک قبیلہ خثعم کی عورت نے میدان مزدلفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر حج فرض ہے، میرے والد عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے سواری پر بیٹھنے

کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا میں ان کی طرف سے فریضہ حج ادا کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں!

(ب) حج بدل کرنے کا شرعی حکم:

جس شخص نے خود حج نہ کیا ہو، کیا وہ غیر کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مشہور دو اقوال ہیں:

(i) جائز ہے۔

(ii) جائز نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حج عبادت بدنی اور عبادت مالی کا مجموعہ ہے، اس کی نیابت درست ہے۔ لہٰذا جس نے خود حج نہ کیا ہو، وہ دوسرے کی طرف سے نیابت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے حج کر سکتا ہے لیکن افضل صورت یہی ہے کہ پہلے خود حج کرے پھر حج بدل کرے۔

بعض لوگ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے، جو یوں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یوں سنا: شبرمہ کی طرف سے لبیک! آپ نے اظہار تعجب کے انداز میں دریافت فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے بھائی کا نام ہے۔ پھر دریافت کیا: کیا تو نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟ اس نے جواباً عرض کیا: نہیں! آپ نے یوں فرمایا: ”تم پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔“

شرائط حج بدل: حج بدل کی صحت کے لیے چند شرائط ہیں، جن کے بغیر یہ درست نہیں ہو سکتا۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱- عجز وعذر اگر ممکن الزوال ہو تو اس کے زوال کے بعد خود بھی حج کرے ورنہ حج بدل جائز نہیں ہے اور اس کا اعادہ بھی نہیں ہے۔

۲- آمد ورفت کے تمام اخراجات بلکہ خورد ونوش کے مصارف بھی بذمہ محجوج عنہ کے

ہوں گے۔

۳- حج بدل کا امر محجوج عنہ کی طرف سے ہو، اس کے غیر کی طرف سے معتبر نہیں ہوگا لیکن وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرائے یا کرے تو درست ہوگا۔

۴- جس کی طرف سے حج کیا جا رہا ہے، اس پر حج فرض بھی ہو ورنہ حج بدل درست نہ ہوگا۔

۵- حج بدل کی صحت کے لیے محجوج عنہ کا عاقل، بالغ اور صاحب نصاب ہونا ضروری۔

حج بدل میں مذاہب آئمہ: کیا حج بدل کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ وہ کمزور وضعیف جو حج کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور متوفی کی طرف سے حج بدل جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عبادت کی تین اقسام ہو سکتی ہیں:

(i) عبادت مالیہ مثلاً زکوٰۃ

(ii) محض عبادت بدنیہ جیسے: نماز

(iii) عبادت مالیہ اور بدنیہ کا مجموعہ مثلاً حج

پہلی اور تیسری قسم میں نیابت جاری ہو سکتی ہے جبکہ دوسری قسم میں نیابت درست نہیں ہے۔ لہٰذا جس طرح غیر کی طرف صدقہ وخیرات کرنا درست ہے بالکل اسی طرح حج کرنے میں بھی نیابت درست ہے۔ ثابت ہوا کہ حج بدل درست ہے۔ انہوں نے زیر مطالعہ حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ قربانی کے دو جانور ذبح کرتے تھے، ایک اپنی طرف سے اور دوسرا تا قیامت آنے والے وہ امتی جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے، کی طرف سے۔ قربانی کرنے کے بعد آپ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! ایک جانور میری طرف سے قبول کر لے اور دوسرا میری امت کی طرف سے۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حج بدل صرف اس متوفی کی طرف سے کیا جا سکتا ہے، جس نے زندگی بھر حج کرنے کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۲- زیر بحث حدیث سے حج بدل کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ روایت اپنے مورد میں بند ہے۔

۳- زیر مطالعہ حدیث مضطرب ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

(ج) حج بدل عدم جواز کے قائلین کی دلیل کا جواب:

جو لوگ حج بدل کو جائز قرار نہیں دیتے، تو ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ اور حج دونوں عبادات میں نیابت کا قانون جاری ہو سکتا ہے، بلکہ اکثر فقہاء نے اس اصول کو نہ صرف تسلیم کیا ہے، اس کو معمول بہ بھی بنایا ہے۔ منکرین صرف عقلی دلیل، بے عملی اور ہٹ دھرمی کے سبب اس کا انکار کرتے ہیں۔

سوال نمبر 2: عن انس بن مالك انه راى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على حمار وهو راكب الى خيبر والقبلة خلفه .

(الف) بين الصور التى يجوز فيها للمصلى ان يصلى الى جهة غير القبلة؟

(وہ صورتیں بیان کریں جن میں نمازی غیر جہت قبلہ کی طرف نماز ادا کر سکتا ہے؟)

(ب) بين الاعذار التى تجوز صلٰوة الفرض بسببها على الدابة وهل تجوز الصلٰوة بهذه الاعذار على القطار والمركب الهوائى ام لا؟ بين بالدلائل

(وہ اعذار بیان کریں جن کی وجہ سے فرض نماز سواری پر جائز ہے؟ کیا ان اعذار کی بناء پر ریل کار اور ہوائی جہاز پر نماز درست ہے یا نہیں؟ دلائل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) وہ صورتیں جن میں غیر جہت قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازی نماز ادا کر سکتا ہے؟

غیر جہت قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- جہت قبلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تحری کر کے نماز پڑھی، پھر وقت گزرنے پر پتہ چلا کہ اس نے غیر جہت قبلہ کی طرف نماز ادا کی ہے۔

۲- تحری کے بعد نماز کا آغاز کیا، پھر جہت قبلہ کے بارے میں رائے تبدیل ہو گئی یا کسی شخص نے سمت صحیح کی راہنمائی کر دی تو ادا کی ہوئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۳- سمت قبلہ کسی شخص سے دریافت کی تو اس نے بتانے سے احتراز کیا، تحری کر کے نماز پڑھ لی، پھر اس شخص نے بتایا کہ تو نے غیر سمت قبلہ نماز ادا کی ہے۔ اب نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۴- جب شدت علالت کی وجہ سے کوئی شخص سمت قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکتا ہو اور کوئی معاون بھی پاس موجود نہ ہو، تو وہ جس جہت بھی نماز ادا کرے گا درست ہو گی۔

(ب) وہ اعذار جن کے سبب سواری پر فرض نماز جائز ہے؟

نفلی نماز بالاتفاق سواری پر جائز ہے۔ تاہم چند اعذار کی بنا پر فرض نماز بھی سواری پر ادا کی جا سکتی ہے، وہ اعذار درج ذیل ہیں:

۱- جب سواری سے اترنے پر قدرت حاصل نہ ہو۔

۲- جب محمل کی ایک طرف خود سوار ہو اور دوسری جانب والدین یا محرم یا بیوی ہو، یہ خود تو اتر کر چڑھ سکتا ہو مگر دوسری طرف کے لوگ نہ اتر سکتے ہوں اور نہ چڑھ سکتے ہوں۔

گاڑی پر فرض نماز ادا کرنے کے اعذار: بعض اعذار کی بنا پر گاڑی پر فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے اور وہ صورتیں درج ذیل ہیں:

۱-شدید بارش کے دوران سوار ہوا ہو، نیچے اترا تو کپڑے نجس ہو جائیں گے یا پاؤں زمین میں دھنس جائیں گے۔

۲-جب عمر رسیدہ شخص ہو اور کسی کی معاونت کے بغیر نہ اتر سکتا ہو اور نہ چڑھ سکتا ہو۔

۳-مرض میں اضافہ کا باعث بن جانے کا اندیشہ ہو۔

۴-ہمسفر لوگوں کے روانہ ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۵-مال یا جان ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

٦-سواری اس قدر شریر ہو کہ اترنے پر دوبارہ سوار نہیں ہونے دے گی۔

سواری پر فرض نماز کے حوالے سے چند اہم مسائل:

۱-بذریعہ ٹرین طویل سفر کا ارادہ ہو، نماز کا وقت ہونے پر سیٹ پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے بشرطیکہ منہ قبلہ کی جانب ہو۔

۲-کشتی پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر بالاجماع فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

۳-میدان جہاد میں گھمسان کے معرکہ کے دوران بھی نماز معاف نہیں ہے، اس موقع پر مجاہدین جس سمت بھی ممکن ہو نماز ادا کر سکتے ہیں۔

۴-ہوائی جہاز پر سمت قبلہ کا اعتبار کرتے ہوئے وقت ہونے پر نماز ادا کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کے اترنے سے قبل نماز کا وقت ختم ہو جانے کا امکان ہو۔

سوال نمبر 3: **عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ لِاَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَانِ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ يَّلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ كَانَ لَكُمْ يَوْمَانِ تَلْعَبُوْنَ فِيْهَا وَقَدْ اَبْدَلَكُمُ اللهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى**

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اردو میں اس کا ترجمہ کریں؟)

(ب) ماهو العيد لغة واصطلاحاً؟ وما هو حكم صلوٰة العيدا هو

واجب ام سنة؟ بين مذهب الامام ابی حنيفة والامام الشافعی عليهما الرحمة فی هذه المسئلة؟

(لفظ عید کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟ نماز عید کا حکم کیا ہے، کیا یہ واجب ہے یا سنت ہے؟ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ ہر سال دو دن میں کھیل کود کرتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: تم لوگ دو دنوں میں کھیل کود کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

(ب) عید کے معانی:

لفظ ''عید'' مختلف معانی اور مفاہیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱-یہ وہ دن ہے جس میں لوگوں کا خصوصی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔

۲-اس کا لغوی معنیٰ ہے پلٹ کر آنا، چونکہ یہ دن بھی ہر سال آتا ہے۔

۳-یہ لفظ ''عادت'' سے ماخوذ ہے، اس دن لوگوں کا جمع ہونا ان کی عادت بن چکا ہے۔

۴-اس کا معنیٰ ہے اظہار مسرت کرنا، چونکہ لوگ اس دن نئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ کی طرف آتے ہیں اور اظہار فرحت و مسرت کرتے ہیں۔

۵-اہل عرب کے ہاں ''عید'' کا مطلب ہے خوشی یا غم کا لوٹ کر آنا، چونکہ یہ دن خوشیاں لاتا ہے۔

٦-نماز عید پہلی بار دو ہجری میں پڑھی گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تا حیات یہ نماز

پڑھاتے رہے۔

۷- غلبہ اسلام سے قبل لوگ سال میں دو دن بطور لعب ولہو بناتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے دو دن ختم کر دیے جو "نیروز" اور "مہرجان" کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے لوگوں کے لیے ان کے عوض دو دن مقرر فرمائے:

(۱) عیدالفطر۔ (۲) عیدالاضحیٰ۔

نماز عید کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ: کیا نماز عید فرض ہے یا واجب یا سنت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز عید، نماز جنازہ کی طرف فرض کفایہ ہے۔ یعنی ایک یا چند افراد ادا کر لیں تو سب بری الذمہ ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عید واجب ہے۔ اس بارے میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: نماز عید ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

فائدہ: نماز عیدین کے لیے نماز پنجگانہ کی شرائط وفرائض کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا۔

قسم ثانی: سنن ابن ماجۃ

سوال نمبر 4: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رايتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فأفطروا فان غم عليكم فاقدروا له

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واشرح معنى الجملة المسطورة عليها ۔ واذكر اقوال الائمة الاربعة والجمهور فى شرحه؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ خط کشیدہ جملہ کے معنیٰ کی تشریح کریں اور اس تشریح میں اقوال آئمہ فقہ نقل کریں؟)

(ب) من راى هلال رمضان او الفطر وحده هل يصوم او يفطر ام لا؟

بين هذه المسئلة مفصلاً؟

(جو شخص اکیلا رمضان المبارک یا عیدالفطر (شوال) کا چاند دیکھے، تو کیا وہ روزہ رکھے گا یا روزہ نہیں رکھے گا؟ یہ مسئلہ تفصیل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر تم افطار کرو۔ اگر تم پر بادل چھا جائیں تو تم اس (ماہ کے دنوں کی) تعداد پوری کر لو۔

خط کشیدہ جملہ کی تشریح: مذکورہ حدیث میں خط کشیدہ الفاظ یہ ہیں:

"فقدروا له" رمضان کا چاند نظر آنے کی صورت میں روزے شروع کر دیے جائیں اور شوال (عیدالفطر) کا چاند نظر آنے پر روزے موقوف کر دیے جائیں۔ آسمان پر بادل موجود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے خواہ رمضان کا ہو یا شوال کا، تو مہینے کے دنوں کی تعداد (تیس دن) پوری کی جائے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایک شخص کی گواہی سے رمضان اور شوال کا چاند ثابت ہو جائے گا، خواہ مطلع صاف ہو یا ابر آلود ہو۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ بہر صورت دو آدمیوں کی گواہی سے چاند ثابت ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رمضان المبارک کا چاند ایک عادل شخص کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے بشرطیکہ مطلع ابر آلود ہو۔ مطلع صاف ہونے کی صورت میں گواہی کے لیے جم غفیر کا ہونا ضروری ہے۔ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں شوال (عیدالفطر) کے چاند کے لیے دو مردوں یا ایک مرد، دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔

(ب) اکیلا شخص رمضان یا شوال کا چاند دیکھے تو اس کے روزہ وافطار کا حکم:

مطلع ابر آلود ہو تو رمضان کا چاند ایک عادل آدمی کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے، اس صورت میں گواہ بھی روزہ رکھے گا اور لوگ بھی روزہ رکھیں گے۔ مطلع ابر آلود ہونے پر شوال

کا چاند دو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوگا۔

سوال نمبر 5: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتُقَتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ ابْنُ آدَمَ الْاَوَّلُ کَفْلَ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتَلَ ۔

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور اس پر اعراب لگائیں؟)

(ب) هل لقاتل المؤمن توبة؟ بين هذه المسئلة فى ضوء القرآن والحديث وفصل المذاهب المختلفة فيها؟

(کیا مومن کے قاتل کے لیے توبہ ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں اور مذاہب مختلفہ بھی بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ناحق قتل کیا جاتا ہے اس کا گناہ آدم (علیہ السلام) کے پہلے بیٹے کو دیا جاتا ہے، اس لیے کہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا تھا۔

(ب) قاتلِ مؤمن کی توبہ قابل قبول ہونا

جب کوئی شخص عمداً یا سہواً اپنے بھائی کو قتل کر دیتا ہے، پھر اس کے دل میں عذاب آخرت اور خوف خدا کا تصور پیدا ہوتا ہے اور وہ توبہ کرنے پر رضا مند ہو جائے۔ شرعی نقط نظر سے اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔ اس سلسلے میں دلائل درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے ایک تَوَّابٌ ہے (توبہ قبول کرنے والا ہے)

۲- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: بنی اسرائیل کے ایک شخص ن سو آدمیوں کو قتل کیا تھا، پھر اس نے توبہ کا قصد کیا اور اللہ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور اس ک گناہ معاف کر دیے۔

۳- قتل عمد گناہ کبیرہ ہے، مرتکب کبیرہ گناہگار ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا اور گناہگار کے گناہ توبہ سے معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۴- اس بات پر تمام اسلاف و اخلاف کا اتفاق ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب خارج اسلام نہیں ہوتا مگر گناہگار ہوتا ہے۔ توبہ کرنے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر 6: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّعَقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَأْتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً ۔

(الف) شكل الحديث وبينِ معنى العقيقة لغة واصطلاحا مع ذكر حكمة مشروعيتها؟

(حدیث پر اعراب لگائیں؟ عقیقة کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کرتے ہوئے اس کی مشروعیت کی حکمت بیان کریں؟)

(ب) ماهو حكم العقيقة هل هى واجبة ام سنة او مستحبة؟ فصل مذاهب الائمة الاربعة فى هذه المسئلة مع دلائلهم؟

(کیا عقیقہ واجب ہے یا سنت یا مستحب ہے؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب برحدیث:

اعراب اوپر لگا دیے ہیں اور ترجمہ درج ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بچے کے عقیقہ کے طور پر دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کریں۔

عقیقہ کا معنیٰ اور اس کی مشروعیت کی حکمت: لفظ ''عقیقہ'' کا لغوی معنیٰ ہے: بچے کی پیدائش کے ساتویں روز اس کے ناخن اور سر کے بال تراشنا اور بکری وغیرہ ذبح کر کے لوگوں ٹیں گوشت تقسیم کرنا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''عقیقہ'' سے مراد

ہے: جانور کو ذبح کرنا اور اس کی رگوں کو کاٹ دینا۔ اسی مفہوم کی مناسبت سے والدین اپ نافرمان اولاد کو عاق کرتے ہیں۔ عقیقہ کا شرعی معنی اور مفہوم یہ ہے کہ نومولود کی پیدائش ک ساتویں دن، مخصوص جانور کو ذبح کرنا، بچے کے سر کے بال تراشنا اور بالوں کے ہم وز چاندی اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا۔ زیر بحث حدیث سے یہی مفہوم ماخوذ ہے۔

(ب) عقیقہ کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ:

نومولود کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کرنا واجب ہے یا سنت اور یا مستحب؟ اس بار میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عقیقہ کرنا مستحب ہے۔

۲- حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں:

(i) عقیقہ واجب ہے۔

(ii) عقیقہ واجب نہیں ہے۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موَقف ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔ سنت ک مطلب یہ ہے کہ اس کی مشروعیت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

نومولود اگر بچہ ہو تو اس کی طرف سے دو جانور اور اگر بچی ہو تو ایک جانور ذبح ک جائے گا۔ جانوروں کے مذکر و موَنث ہونے کا حکم یکساں ہے۔ اس جانور کا گوشت یا سال وغیرہ تیار کر کے غرباء و مساکین میں تقسیم کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

الاختیار السوی النهائی تحت اشراف **تنظیم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/1215ء

﴿الورقة الاولىٰ: لصحيح البخارى﴾

الوقت المحدد: ثلٰث ساعات　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

الـمـلاحظه: السوال الأول اجبارى ولك الخيارفى البواقى أن تجيب عن اثنين

السؤال الأول: عن عائشة رضى الله عنها "ان النبى صلى الله عليه وسلم دخل عليها و عندها امرء ة قال من هذه قالت فلانة تذكر من صلاتها قال مه عليكم بما تطيقون فوالله لايمل الله حتى تملواو كان احب الدين اليه ما داوم عليه صاحبه .

(الف) شكل "فلانة" منصرفة أو غير هاوعلى الثانى فبين السببين؟ (۱۰).

(ب) كلمة "فلانة" منصرفة أو غير هاوعلى الثانى فبين السببين؟ ۵

(ج) أعرب الكلمات المخطوطة؟ ۹

(د) مامعنىَ الملال؟ وهل اطلاقه جائز على الله تعالىٰ أم لا؟ وعلى الثانى فما توجيهه؟ ۱۰

السؤال الثانى: عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلوٰة فى مسجدى هذا خير من ألف صلوة فيما سواه الا المسجد الحرام" .

(الف) ترجم الحديث وأجب عن الأسئلة التالية؟ ۳

(ب) هل تضعيف الصلوٰة مخصوص بالمسجد الذى كان فى زمنه صلى الله عليه وسلم أم لا؟ وعلى الثانى فما الدليل عليه و ما هو الجواب

عن قولہ "مسجدى هذا"؟ فانه اشارة الى المسجد الذى كان فى زمنه صلى الله عليه وسلم ۱۰

(ج)هذا الاستثناء يحتمل أمور اثلثة بين منها أمرين، ماهو مختار الاكثر فى هذاالاستثناء؟ ۱۰

(د)هل هذا التضعيف شامل لغير الصلوة من العبادات؟ كتلاوة القراٰن و الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم اذكره مع الدليل؟۱۰

السؤال الثالث:عن ابن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل للفرس سهمين ولصاحبه سهما .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية؟ ۳

(ب)اذكر اختلاف لائمة مع الدلائل فى سهم الفارس والراجل من الغنيمة؟ ۱۵

(ج)ان كان الحديث حجة عليك فأجب عنه؟ ۵

(د)لصاحب فرسين، سهم فرس واحد، أوسهم فرسين؟ اذكر اختلاف الامام أبى حنيفة والامام أبى يوسف مع دلائلهما؟ ۱۰

السؤال الرابع:أجب عن ستة أسئلة(لكل سؤال خمس والنصف).

۱-فى أية سنة ولد الامام البخارى؟

۲-اذكر مذهبه الفقهى؟

۳-ماهو الاسم الأصلى لصحيح البخارى؟

۴-ماهو عددالاحاديث الثلثية فى صحيح البخارى؟

۵-ماهوسبب خروج البخارى من بلدة بخارا؟

۶-اذكرلقب البخارى وكنيته؟

۷- اذكر أسماء ثلثة شيوخ للامام البخارى؟

۸- اذكر ثلاثة مصنفات للبخارى سوى الجامع؟

۹- اذكر شرط البخارى لا يراد الحديث فى صحيحه؟

۱۰- ماهو حكم تعليقات البخارى؟

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ اوّل: صحیح بخاری﴾

سوال ۱: عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا "اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ عِنْدَهَا اِمْرَءَ ةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ؟ قَالَتْ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَايَمُلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمْلُوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ .

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الادوية؟

(حدیث پراعراب لگائیں اوراس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) كلمة "فلانة" منصرفة أو غير هاوعلى الثانى فبين السببين؟

(کلمہ "فلانۃ" منصرف ہے یا غیرمنصرف برسبیل ثانی اس کے دوسبب بیان کریں؟)

(ج)أعرب الكلمات المخطوطة

(خط کشیدہ کلمات پراعراب لگائیں؟)

(د)مامعنى الملال؟ وهل اطلاقه جائز على الله تعالىٰ أم لا؟ وعلى الثانى فما توجيهه؟

(ملال کا کیا معنی ہے؟ اورکیا اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہوسکتا ہے یا نہیں؟ برسبیل ثانی اس کی وجہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب لگادیئے گئے ہیں، ترجمہ سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو اس وقت ایک عورت ان کے پاس موجود تھی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہیں؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: یہ فلاں خاتون ہے اور اس کی تکثیر نماز کا ذکر کیا۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا: تم باز آ جاؤ، لوگ اپنی طاقت کے مطابق اپنے اوپر ذمہ داری لیا کریں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض نہیں ہوتا جب تک تم ہمت نہ ہار دو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین دین وہ ہے جس پر مسلسل عمل کیا جائے۔

(ب) کلمہ ''فلانة'' منصرف یا غیر منصرف:

غیر منصرف وہ کلمہ ہوتا ہے جس میں منع صرف کے نو اسباب میں سے دو پائے جائیں یا ایک پایا جائے جو دو اسباب کے قائم مقام ہو۔ سوال یہ ہے کہ کلمہ ''فَلَانَةُ'' غیر منصرف ہونے کی صورت میں اس میں پائے جانے والے اسباب کون سے ہیں؟ اس میں پائے جانے والے دو اسباب درج ذیل ہیں:

(i) تانیث لفظی

(ii) علمیت

(ج) خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی نشاندہی:

خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی نشاندہی درج ذیل ہے:

۱- اِمْرَأَةٌ: یہ خبر ہونے کے سبب مرفوع ہے۔

۲- فَلَانَةٌ: یہ ''هِيَ'' ضمیر مقدر کی خبر ہونے کے باعث مرفوع ہے اور غیر منصرف ہونے کی وجہ سے آخر میں تنوین نہیں ہے۔

۳- اَحَبُّ: فعل ثلاثی مجرد مضاعف سے واحد مذکر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اور کَانَ کا اسم ہونے کے سبب مرفوع ہے۔

(د) لفظ ''ملال'' کا معنی اور اللہ تعالیٰ پر اس کے اطلاق کا شرعی حکم:

کلمہ ''ملال'' ثلاثی مجرد مضاعف کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے ہمت ہار جانا، تھک

جانا، رنجیدہ خاطر ہونا۔ ان معانی کے اعتبار سے لفظ ''ملال'' کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر درست نہیں ہے، کیونکہ یہ لفظ تعالیٰ کی شایان شان نہیں ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ لفظ ''ملال'' کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر درست نہیں دریافت طلب یہ امر ہے کہ پھر زیر بحث حدیث میں لفظ ''ملال'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں کی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ ''ملال'' کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، حقیقی معنی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مجازی معنی کے سبب ہے یعنی ناراض ہونا۔

سوال 2: عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: صلوٰة فی مسجدی هذا خير من ألف صلوة فيما سواه الا المسجد الحرام".

(الف) ترجم الحديث و أجب عن الأسئلة التالية؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور درج ذیل سوالات کے جواب دیں؟)

(ب) هل تضعيف الصلوٰة مخصوص بالمسجد الذی كان فی زمنه صلی الله عليه وسلم أم لا؟ وعلى الثانی فما الدليل عليه و ما هو الجواب عن قوله "مسجدی هذا"؟ فانه اشارة الى المسجد الذی كان فی زمنه صلی الله عليه وسلم

(کیا یہ اضافی ثواب اس مسجد کے ساتھ خاص تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی یا نہیں؟ بصورت دیگر اس کی دلیل کیا ہے؟ اس کا جواب کیا ہے کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ''مسجدی هٰذا'' سے تو اشارہ اس مسجد کی طرف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی؟)

(ج) هذا الاستثناء يحتمل أمور اثلثة بين منها أمرين، ماهو مختار الاكثر فی هذا الاستثناء؟

(یہ استثناء تین امور پر مشتمل ہے اور ان میں سے دو بیان کریں؟ اس استثناء میں عموماً مختار کیا ہے؟)

(د)هل هذا التضعيف شامل لغير الصلوٰة من العبادات؟ كتلاوة القرآن و الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم اذكره مع الدليل؟

(کیا یہ اضافی ثواب نماز کے علاوہ دوسری عبادات مثلاً تلاوت قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنے کا بھی ہے؟ اس پر دلیل کیا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اسی مسجد میں ایک نماز ادا کرنا، دوسری مسجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔

(ب) ''مسجدی هذا'' میں تعمیم یا تخصیص:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ''هذا'' کا اشارہ محسوس مبصر چیز کی طرف ہوتا ہے مگر زبان نبوت سے نکلے ہوئے اسم اشارہ کا مشار الیہ تا قیامت وسیع و عریض ہونے والی مسجد ہے۔ تاہم زمانہ رسالت میں وجود میں آنے والی مسجد کی عظمت و فضیلت قدرے زیادہ ہے اور تا حال بلکہ تا قیامت وجود میں آنے والی مسجد کی شان سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ ''مسجدی هذا'' فرمانے میں تخصیص مراد نہیں ہے بلکہ تعمیم ہے۔

(ج) استثناء کے امور ثلاثہ:

استثناء کی تین صورتیں ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱- مستثنیٰ متصل: وہ مستثنیٰ ہے جو متعدد سے نکالا گیا ہو مثلاً جَاءَ الْقَوْمِ اِلَّا زَیْدًا۔ یہاں ''زَیْدًا'' قوم میں داخل تھا پھر اسے قوم کے حکم سے نکالا گیا ہے۔

۲- مستثنیٰ منقطع: یہ وہ مستثنیٰ ہے جسے مستثنیٰ منہ کے حکم سے خارجہ نہ کیا گیا ہو مثلاً جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔ یہاں حمار قوم میں داخل نہیں تھا۔

۳- مستثنیٰ مفرغ: وہ مستثنیٰ ہے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو مثلاً مَاجَاءَ نِیْ اِلَّا زَیْدٌ۔ یہاں ''زید'' کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے۔

اس مقام پر پہلی قسم مراد ہے۔

یہاں حدیث میں استثنائی امور دو ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مسجد حرام

(۲) مسجد اقصیٰ

یہاں اوّل الذکر مختار ہے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

(د) مسجد نبوی کا ثواب نماز سے مخصوص نہ ہونا:

مسجد نبوی شریف کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں ایک نماز ادا کرنے کا اجر پچاس ہزار نمازوں کا دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ثواب نماز کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر نیکی کا ثواب اسی طریقہ سے ملتا ہے مثلاً تلاوت قرآن اور بارگاہ رسالت میں درود شریف پیش کرنا وغیرہ؟ یہ ثواب نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر نیکی کو شامل ہے۔ مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطر، تلاوت قرآن، درود و اسلام، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و نصیحت اور افطاری کرانا وغیرہ کا۔

دلیل:

یہ حدیث مخصوص نہیں بلکہ عمومی ضابطہ کی حامل ہے کہ جو بھی نیک کام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا جائے گا، اس کا ثواب نماز کی طرح پچاس ہزار اضافہ کے ساتھ عنایت کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال 3: عن ابن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل للفرس سهمين ولصاحبه سهما؟

(الف)ترجم الحديث الى الأردية .

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر اختلاف لائمة مع الدلائل فی سهم الفارس والراجل من الغنيمة

(مال غنیمت سے سوار اور پیدل چلنے والے کے حصہ کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(ج) ان كان الحديث حجة عليك فأجب عنه ۔

(اگر یہ حدیث آپ کے مؤقف کے خلاف ہے تو اس کا جواب دیں؟)

(د) لصاحب فرسين، سهم فرس واحد، أوسهم فرسين؟ اذكر اختلاف الامام أبی حنيفة والامام أبی يوسف مع دلائلهما؟

(جس شخص کے گھوڑے ہوں، تو کیا اسے ایک گھوڑے کا حصہ ملے گا یا دو گھوڑوں کا؟ اس بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سوار کے لیے دو حصے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا۔

(ب) جہاد میں سوار اور پیدل شامل ہونے والے کے مال غنیمت سے حصہ کے بارے میں مذاہب آئمہ:

جہاد میں سواری کی حالت میں یا پیدل شامل ہونے والوں کا مالِ غنیمت سے حصہ یکساں ہوگا یا مختلف؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فارس کے دو حصے ہیں اور راجل کا ایک حصہ ہے۔ آپ نے حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے دلیل اخذ کی ہے۔ وہ روایت درج ذیل ہے:

قسمت خيبر على اهل الحديبية على ثمانية عشر سهما فاعطى الفارس سهمين واعطى الراجل سهما ۔ یعنی غزوہ فتح خیبر کے موقع پر مال غنیمت کی تقسیم کاری عمل میں لائی گئی تو اس کے اٹھارہ حصے کیے گئے جو اہل حدیبیہ میں اس طرح تقسیم کیے گئے کہ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا گیا۔

زیر بحث حدیث کے مطالعہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جہاد میں پیدل شامل ہونے والے کے لیے مال غنیمت سے ایک حصہ اور سوار کے دو حصے ہیں۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ راجل کا ایک حصہ ہے اور فارس کے تین حصہ ہیں۔ یعنی گھوڑے کے دو حصے ہیں اور مالک کا ایک حصہ ہے جبکہ پیدل شامل ہونے والے کا ایک حصہ ہے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جو یوں ہے: **ان النبی صلى الله عليه وسلم اسهم للرجل وللفرس ثلاثة اسهم سهماله وسهمين لفرسه ۔** یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل کو ایک حصہ عنایت فرمایا اور سوار کو تین حصے عنایت کیے، ایک آدمی کا دو گھوڑے کے۔ علاوہ ازیں انہوں نے درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

ان النبی صلى الله عليه وسلم اسهم الفارس من ثلاثة اسهم و للراجل سهما یعنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ عطا کیا تھا۔

(ج) زیر بحث حدیث کی توجیہات:

زیر بحث حدیث ہمارے مؤقف کے منافی ہے، اس کی کئی توجیہات کی جاسکتی ہیں:

۱- یہ روایت منسوخ ہونے کی وجہ سے نا قابل عمل ہے۔

۲- یہاں کاتب کی غلطی کا بھی امکان ہوسکتا ہے کہ اصل عبارت ''للفارس سهمان'' ہو اور الف نہ لکھنے سے للفرس سے سهمان ہوگیا ہو۔

۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کے قبیل سے ہو کہ آپ نے ایک حصہ

بطور عطیہ زیادہ عنایت فرمایا ہو۔

(د) دو گھوڑے والے کے حصہ کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کیا دو گھوڑے والے کو گھوڑوں کے دو حصے دیئے جائیں گے یا ایک؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو گھوڑے والے شخص کو مال غنیمت سے دو حصے نہیں ملیں گے بلکہ ایک ملے گا۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو تمہاری سواری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

(ii) اگر گھوڑوں کے دو حصے فراہم کیے جائیں تو تابع اپنے متبوع سے فوقیت لے جائے گا، جو قیاس و عقل کے منافی ہے۔

(iii) حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دو گھوڑوں کے دو حصے ہوں گے۔ آپ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

سوال 4: أجب عن ستة أسئلة (لكل سؤال خمس والنصف) .

۱- فی أية سنة ولد الامام البخاری؟
(حضرت امام بخاری کا سال ولادت لکھیں؟)

۲- اذکر مذهبه الفقهی
(آپ کا فقہی مذہب بیان کریں؟)

۳- ماهو الاسم الأصلی لصحیح البخاری؟
(صحیح بخاری کا اصل نام کیا ہے؟)

۴- ماهو عدد الاحادیث الثلثية فی صحیح البخاری؟
(ثلاثیات بخاری کی تعداد کتنی ہے؟)

۵- ماهو سبب خروج البخاری من بلدة بخارا؟

۶- اذکر لقب البخاری و کنیته .
(امام بخاری کا لقب اور کنیت بتائیں؟)

۷- اذکر أسماء ثلثة شیوخ للامام البخاری .
(امام بخاری کے تین اساتذہ کے نام بتائیں؟)

۸- اذکر ثلاثة مصنفات للبخاری سوی الجامع؟
(صحیح بخاری کے علاوہ تین تصانیف بخاری بیان کریں)

۹- اذکر شرط البخاری لایرادا الحدیث فی صحیحه .
(صحیح بخاری میں درج کے لیے امام بخاری کی شرائط بیان کریں؟)

۱۰- ماهو حکم تعلیقات البخاری؟
(تعلیقات بخاری کا حکم کیا ہے؟)

جواب: جوابات الاسئلة المذکورہ:

(۱) وهو ولد فی سنة ۱۹۴ ھ- (۲) وهو كان شالبا ولكنه مجتهد ـ (۳) الاسم الاصلی الصحیح البخاری الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول الله صلی الله علیه وسلم ـ (۴) اثنان عشرون حدیثًا ـ (۵) وسبب ذهابه من بخارا الحسد من اهل بخارا ـ (۶) امیر المؤمنین فی الحدیث، ابو عبدالله ـ (۷) (i) محمد بن عبدالله، (ii) ابو عاصم النبیل، (iii) قتیبه بن سعید ـ (۸) (i) التاریخ الکبیر، (ii) التاریخ الصغیر، (iii) الادب المفرد ـ (۹) لقاء الشیخ بلاواسطة ـ (۱۰) تعلیقات البخاری غیر صحیح .

☆☆☆☆☆☆☆

الاختيار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ١٤٣٦ھ/1215ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح مسلم﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظه: السؤال الرابع اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن اثنين

السؤال الأول: عن أبی هريرة قال من اشترى شاة مصراة فهو بالخيار ثلثة أيام فان ردها رد معها صاعا من طعام لاسمراء.

(الف) ترجم الحديث ووضح مفهومه؟ ٨

(ب) عرف المصراة واذكر اختلاف الائمة فی بيعها مع الدلائل واذكر أيضا مذهب امامك بالدليل وأجب عن الحديث جوابا شافيا ان لم يؤيدك؟ ٢٠

(ج) مامعنى قوله "لاسمراء" و ماعرابه؟ ٥

السؤال الثانی: عن أم سلمة مخنثا كان عندها ورسول الله صلى الله عليه وسلم فی البيت فقال لأخی أم سلمة يا عبدالله بن أمية ان فتح الله لكم الطائف غدا فانی أدلك على بنت غيلان فانها تقبل بأربع وتدبر بثمان قال فسمعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لايدخل هؤلاء عليكم؟

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ ١٠

(ب) بين صيغة مخنث ومعناه واسم هذا المخنث؟ ما المراد بقوله

تقبل باربع وتدبر بثمان؟ ١٥

(ج) لم قال صلى الله عليه وسلم "لايدخل هؤلاء عليكم". هل تحتجب النساء من الخنث والخصی؟ ٨

السؤال الثالث: عن النبی صلى الله عليه وسلم قال اذاقاتل أحد كم أخاه فليجتنب الوجه فان الله خلق اٰدم على صورته.

(الف) ترجم الحديث وبين مفهومه؟ ٥

(ب) الأمر فی قوله "فليجتنب" للوجوب أو للاستحباب؟ أية حكمة فی النهی عن ضرب الوجه؟ ١٠

(ج) فی مرجع ضمير "صورتة" ثلثة احتمالات بينها مع بيان المعنى على كل احتمال؟ ١٨

السؤال الرابع: عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كل انسان تلده أمه على الفطرة وأبواه بعد يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه فان كانا مسلمين فمسلم كل انسان تلده أمه يلكز الشيطان فی حضنيه الا مريم وابنها؟

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ ١٠

(ب) لم سلط اللعين على الصبی حين ولادته؟ وماهو السبب فی حفظ مريم وابنها عن لكز اللعين؟ ١٥

(ج) هل حفظ نبينا المصطفىٰ عليه التحية والثناء عن لكز اللعين؟ ٩

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ دوم: صحیح مسلم﴾

سوال 1: عن أبی هريرة قال من اشترى شاة مصراة فهو بالخيار ثلا أيام فان ردها رد معها صاعامن طعام لاسمراء .

(الف)ترجم الحديث ووضع مفهومه .

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس مفہوم کی وضاحت کریں؟)

(ب)عرف المصراة واذكر اختلاف الائمة فی بیعها مع الدلائ واذكر أيضا مذهب امامك بالدليل وأجب عن الحديث جوابا شافيان ل يؤيدك .

(مصراہ کی تعریف کریں اور اس کی بیع کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلیل بیا کریں؟ زیر بحث حدیث سے آپ کے موٴقف کی تائد نہیں ہوتی تو اس کا جواب دیں؟)

(ج)مامعنى قوله "لاسمراء" و مااعرابه؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس آدمی نے دودھ روکے جا والی بکری خریدی تو اسے تین دن تک اختیار ہے۔ اگر وہ پسند کرے تو وہ اسے واپس کرسک ہے اور واپسی کی صورت میں ایک صالح طعام بھی پیش کرے گا نہ کہ گندم۔

مفہوم حدیث:

اس روایت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ ا

کے پستانوں میں روکا گیا ہوتا کہ گاہک اس کا دودھ زیادہ تصور کرکے اس کی قیمت زیادہ لگائے۔ شاۃ مصراۃ کے بارے میں صورت حال واضح ہونے پر تین دن تک مشتری کو بکری واپس کرنے کا اختیار حاصل رہے گا، واپس کرنا مقصود ہو تو ایک صاع طعام بھی پیش کرے تاکہ یہ استعمال کیے جانے والے دودھ کا معاوضہ بھی ہو سکے لیکن طعام گندم کی شکل میں نہیں دیا جائے گا' بلکہ آٹا وغیرہ کی شکل میں دیا جائے گا۔

(ب) بیع مصراۃ کی تعریف:

اس سے مراد ایسا جانور ہے جس کے دودھ کو اس کے پستانوں میں جمع رکھا جائے تاکہ اس کا دودھ زیادہ خیال کرتے ہوئے مشتری زیادہ رقم دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ بیع منع ہے' کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔

مسئلہ بیع مصراۃ میں مذاہب آئمہ:

مسئلہ مذکورہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل ہوگا لیکن ایک صاع کھجوریں یا اناج دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ وہ ان کی قیمت بھی ادا کرسکتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس سے مقصد دودھ کا عوض فراہم کرنا ہے، وہ جنہیں بھی ہوسکتا ہے اور اس کی قیمت بھی۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل ہوگا مگر وہ جانور کی واپسی کے ساتھ ایک صاع اناج بھی فراہم کرے گا، آپ نے زیر بحث حدیث سے دلیل اخذ کی ہے۔

۳-حضرت امام ابوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل ہوگا لیکن ایک صاع اناج دینا شرط نہیں ہے وہ اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے کیونکہ قیمت دودھ کا عوض بن سکتی ہے۔

۴-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے

نزدیک صورت مذکورہ میں مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ فریق
کے درمیان بیع منعقد ہو چکی ہے مگر مشتری کے نقصان کی بائع کی طرف سے تلافی کرا
کوشش کی جائے گی۔ وہ یوں کہ اگر چار کلو دودھ دینے والے جانور کی قیمت دس ہزار ہوتو
کلو دودھ دینے والے جانور کی قیمت پانچ ہزار معین کر کے پانچ ہزار روپے بائع سے
کر مشتری کو پیش کیے جائیں گے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضر
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ زیر بحث حدیث نص قرانی
اجماع امت اور قیاس کے متصادم ہونے کی وجہ سے قابل عمل اور قابل قبول ہوسکتی۔

(ج) ''لَاسَمْرَاءِ'' کا اعراب ومعنی:

اس مقام پر اس کا اعراب یوں ہوگا: لَاسَمْرَاءِ'' لفظ ''لَا'' عاطفہ ہے اس کا عطف
طعام پر ہے۔ چونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب اور عامل ایک ہوتا ہے۔ لہٰ
''سَمْرَاءِ'' کے نیچے زیر ہوگی اس کا معنی یہ ہے کہ رجوع کی صورت میں دیگر اجناس
کھجوریں تو فراہم کی جاسکتی ہیں مگر گندم فراہم کرنا درست نہیں ہے۔

سوال 2: عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ مُخَنَّثًا كَانَ عِنْدَهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِأَخِيْ أُمِّ سَلْمَةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُمَيَّةَ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَاِنِّيْ أَدُلُّكَ عَلٰى بِنْتِ غِيْلَانَ فَاِنَّهَا تَقْبَلُ بِأَرْبَعٍ وَتَدْبَرُ بِثَمَانٍ قَالَ فَسَمِعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَدْخُلُ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ .

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بين صيغة مخنث ومعناه واسم هذا المخنث . ماالمراد بقوله تقبل باريع وتدبر بثمان؟

(''مخنث'' صیغہ بتائیں، اس کا معنی اور نام بتائیں، علاوہ ازیں ''تقبل باربع وتدبر ثمان'' سے کیا مراد ہے؟)

(ج) لم قال صلى الله عليه وسلم "لايدخل هؤلاء عليكم" . هل تحتجب النساء من الخنث والخصى والمجبوب؟

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لایدخل ھؤلاء علیکم" کیوں فرمایا؟ کیا خواتین مخنث، خصی مرد اور مقطوع الذکر سے پردہ کریں گے)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ان کے ہاں ایک خنثیٰ تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں تشریف فرما تھے۔ خنثیٰ نے میرے بھائی سے یوں کہا: اے عبداللہ بن ابی امیہ! اگر اللہ تعالیٰ کل تمہارے لیے طائف کی فتح یقینی بنادیتا ہے تو میں تمہیں بنت غیلان کے بارے میں آگاہ کرتا ہوں کہ وہ چار سلوٹوں کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ سلوٹوں کے ساتھ واپسی پلٹتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا: یہ لوگ تمہارے ہاں نہ آیا کریں۔

''مُخَنَّثٌ'' صیغہ کا حل:

لفظ ''مُخَنَّثٌ'' صیغہ واحد مذکر اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ از باب تفعیل ہے۔ اس کا معنی ہے: نحیف وکمزور، نرم ونازک۔ عادات میں خواتین کے مشابہہ ہونے کی وجہ سے ان میں نازونخرے اور کمزوری وضعف کی صفات موجود ہوتی ہیں۔

''تَقْبَلُ بِاَرْبَعٍ وَتَدْبَرُ بِثَمَانٍ'' کا مطلب:

خنثیٰ نے بنت غیلان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک موٹی تازہ اور فربہ لڑکی ہے۔ وہ جب آتی ہے تو اس کے جسم پر چار سلوٹ ہوتے ہیں اور واپس جاتے وقت آٹھ سلوٹ موجود ہوتے ہیں۔

(ج) خواتین کے پاس خنثوں کے آنے کی ممانعت کی وجہ:

خنثیٰ نہ مردوں میں شمار ہوتے ہیں اور نہ خواتین میں لہٰذا ان میں برائی کرنے کی خواہش وطاقت نہیں ہوتی لیکن اپنی حرکات بد کے سبب عورتوں کو برائی کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کی حرکات کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا کہ وہ خواتین کے پاس نہ آئیں۔

خنثیٰ، خصی اور مقطوع الذکر سے پردہ:

خنثیٰ، خصی اور مقطوع الذکر لوگ خواہ ازخود برائی کرنے پر قادر نہیں ہوتے، تاہم عورتوں میں برائی کرنے کے جذبات، خواہشات اور رجحانات ضرور پیدا کرتے ہیں۔ جس وجہ سے خواتین کا ان سے مکمل پردہ کرنا ضروری ہے۔

سوال 3: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذاقاتل أحد کم أخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ ۔

(الف) ترجم الحدیث وبین مفہومہ؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم بیان کریں؟)

(ب) الأمر فی قولہ "فلیجتنب" للوجوب أو للاستحباب؟ أیة حکمة فی النہی عن ضرب الوجہ؟

("فلیجتنب" امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے؟ چہرے پر مارنے سے منع کرنے کی حکمت کیا ہے؟)

(ج) فی مرجع ضمیر "صورتة" ثلثة احتمالات بینہا مع بیان المعنی علی کل احتمال

(لفظ "صورتہ" کی ضمیر کے مرجع میں تین احتمالات ہیں، آپ احتمالات بیان کریں اور ہر احتمال کا معنیٰ بھی بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کوئی اپنے بھائی سے لڑائی کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے چہرے پر ضرب لگانے سے احتراز کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنے صورت پر پیدا فرمایا۔

مفہوم حدیث:

انسان فطرتی طور پر جلد باز، جھگڑالو اور حد اعتدلال سے تجاوز کرنے والا واقع ہوا ہے۔ بات بات پر زیاتی، دوسرے کو زیر کرنا اور اپنے آپ کو فوقیت دینا اس کی عادت کا حصہ ہے۔ لڑائی اور جھگڑا کرنا بھی اس کے نزدیک بعید از عقل وقیاس نہیں ہے۔ دوران لڑائی یا ہاتھا پائی کے وقت اپنے مقابل کے چہرے پر طمانچہ رسید بھی کرتا ہے لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، حدیث مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی صورت کسی انسان کے چہرے پر طمانچہ مارنے یا اسے زخمی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(ب) "فَلْيَجْتَنِبْ" کا حکم:

زیر مطالعہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ لڑائی جھگڑے کے دوران مقابل کے چہرے پر ضرب لگانے اور نقصان پہچانے سے احتراز کیا جائے۔ اس بارے میں لفظ 'فَلْيَجْتَنِبْ' استعمال ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ لفظ امر ہے تو کیا یہاں امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں امر میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں لیکن راقم الحروف کے نزدیک وجوب کے لیے ہے یعنی دوسرے کے چہرے کو زخمی کرنا حرام اور اس پر ضرب لگانا منع ہے۔

(ج) "صُوْرَتِهٖ" کی ضمیر کا مرجع:

زیر بحث میں لفظ "صُوْرَتِهٖ" استعمال ہے، دریافت طلب یہ بات ہے کہ "ہٖ" ضمیر کا مرجع کیا چیز ہے؟ لفظ "صُوْرَتِهٖ" کی ضمیر کے مرجع میں تین احتمال ہیں، درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ ۔ (۲) اخاہ ۔ (۳) احد ۔

سوال 4: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهٗ اُمُّهٗ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهٖ أَوْ يُنَصِّرَانِهٖ أَوْ يُمَجِّسَانِهٖ

فَاِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَمُسَلِّمٌ كُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهُ اُمُّهُ يَلْكُزُ الشَّيْطَانُ فِيْ حَضْنَيْهِ اِلاَّ مَرْيَمَ وَابْنَهَا .

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(ب)لم سلط اللعين على الصبى حين ولا دته؟ وماهو السبب فى حفظ مريم وابنها عن لكز اللعين؟

(بچے کی ولادت شیطان کو اس پر مسلط کیوں کیا جاتا ہے؟ حضرت مائی مریم اور ان کے بیٹے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو شیطان کے تسلط سے محفوظ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟)

(ج)هل حفظ نبينا المصطفىٰ عليه التحية والثناء عن لكز اللعين؟

(کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے تسلط سے محفوظ تھے؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب و ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ن فرمایا: ہر انسان کو اس کی ماں فطرت پر پیدا کرتی ہے۔ پھر بعد میں اس کے والدین ا یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اگر والدین دونوں مسلمان ہوں تو وہ (بچہ) مسلمان ہوتا ہے۔ جب ماں اپنے بچے کو جنم دیتی ہے تو شیطان اس کے دونوں پہلوؤں میں انگلیاں مارتا ہے۔

(ب) ولادت کے وقت بچے پر شیطان کے مسلط کیے جانے کی وجہ:

دنیا دار الامتحان ہے، بچے کی پیدائش کے وقت شیطان کو اس پر مسلط کر کے بتایا جا ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی انسان کے امتحان کا آغاز ہو جاتا ہے، جو تا حیات جار رہتا ہے۔ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا جاتا ہے تو اس کے امتحانات میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے او

اس کی پوری زندگی امتحان میں گزرتی ہے۔

لہٰذا انسان کو اپنے ازل دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنے کا واحد راستہ اطاعت خداوندی، اسوۂ رسول اور محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(ج) حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شیطانی تسلط سے محفوظ رکھنے کی وجہ:

حضرت مائی مریم رضی اللہ عنہا کی مقبول بندی، صاحبہ تقویٰ اور زاہدہ وطاہرہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مراتب وکمالات سے سرفراز فرمایا اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت خداوندی اور اس کی یاد میں گزرا تھا۔ ان اوصاف کی وجہ سے انہیں شیطان سے محفوظ رکھا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہوئی، پھر انہیں نبوت و رسالت سے سرفراز کیا گیا اور آپ کی قوم سے بچاتے ہوئے انہیں آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ آپ بھی آسمان چہارم پر تشریف ہیں اور قربِ قیامت میں باذن الٰہی زمین پر نزول فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں آپ کی ولادت کے وقت لوگوں نے آپ کی والدہ پر انگشت نمایاں کیں، تو آپ نے خود والدہ کی طہارت و پاکدامنی کا اعلان کیا تھا۔ ان خصوصیات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ولادت کے وقت ان پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیا۔

(ج) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطانی تسلط سے محفوظ رکھے گئے:

حضرت مائی مریم رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطانی تسلط سے محفوظ رکھے گئے تھے۔ جب مقتدی محفوظ رکھے گئے تو یقیناً امام کو بھی محفوظ رکھا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے شیطان میرے عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے دوڑتا ہے۔ جن کے خادم کے سایہ سے شیطان دوڑتا ہو تو ایسے خادم کے آقا کے پاس وہ کیسے آسکتا ہے؟ لہٰذا یقینی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان کا تسلط نہیں ہوا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کا شیطان مسلمان ہو چکا تھا اور آپ کو ہرگز ضرر رسائی نہیں کر سکتا تھا۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء اور مرسلین علیہم السلام شیطانی تسلط سے محفوظ تھے اور ہیں۔

الاختيار السؤى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/1215ء

﴿الورقة الثالثة: لجامع الترمذى﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: السوال الأول اجبارى ولك الخيار فى البواقى أن تجيب عن اثنين

السؤال الأول: عن ابن عمر رضى الله عنهما قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يسئل عن الماء يكون فى الفلاة من الارض وما ينوبه من السباع والدواب قال اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث؟

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية وأعرب الكلمات المخطوط عليها؟ ۱۶

(ب) متى يتنجس الماء بو قوع النجاسة فيه أذكر اختلاف الائمة مع الدلائل؟ وأجب عن الحديث ان كان حجة عليك؟ ۱۸

السؤال الثانى: عن أنس رضى الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر و عمرو عثمان يفتتحون القراءة بالحمد لله رب العالمين۔

(الف) ترجم الحديث وأجب عن الأسئلة التالية؟ ۵

(ب) ظاهر الحديث أنهم كانوا لايقرءون البسملة أصلاً مع أن الأئمة متفقون على قرائتها فما الجواب عنه؟ ۱۰

(ج) هل البسملة جزء من الفاتحة أم لا؟ بين اختلاف الأئمة مع الدلائل؟ ۱۵

(د) ما الفائدة فى ذكر الأصحاب الثلثة الأجلة بعد الرسول صلى الله عليه وسلم؟ ۳

السؤال الثالث: قال قتادة قلت لأنس بن مالك كم حج النبى صلى الله عليه وسلم قال حجة واحدة واعتمر أربع عمر۔ عمرة فى ذى القعدة و عمرة الحديبية و عمرة مع حجة و عمرة الجعرانة۔

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واشرحه شرحا بسيطا؟ ۱۵

(ب) لم اقتصر النبى صلى الله عليه وسلم على حجة واحدة ولم أخرها؟ وأية عمرة أريدت بقوله وعمرة فى ذى العقدة؟ ۱۸

السوال الرابع: عن أنس قال ان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليخالطنا حتى ان كان ليقول لأخ لى صغير يا أبا عمير مافعل النغير۔

(الف) ترجم الحديثوبين مفهومه؟ ۱۵

(ب) كلمة" ان "فى الموضعين شرطية أو غيرها؟ وعلى الأول فما جوابها۔ اللام فى قوله" ليخالطنا" و"ليقول" مفتوحة أو مسكورة۔ وأية لام هى؟ ۱۰

(ج) هل يجوز جلس الطيورواللعب بها و بيعها وشرائها؟ واذكر شرائط جواز المزاح واذكر ايضاً نبذة من مزاح النبى صلى الله عليه وسلم؟ ۱۳

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ سوم: جامع ترمذی﴾

سوال ۱: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُسْئَلُ عَنِ الْمَآءِ یَکُوْنُ فِی الْفَلَاۃِ مِنَ الْاَرْضِ وَمَا یَنُوْبُہٗ مِنَ السِّبَاعِ وَالدَّوَابِ قَالَ اِذَا کَانَ الْمَآءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلِ الْخُبُثَ ۔

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية وأعرب الكلمات المخطوط عليها ۔

(حدیث پر اعراب لگائیں' اُردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ پر اعراب کی وضاحت کریں؟)

(ب) متى يتنجس الماء بوقوع النجاسة فيه أذكر اختلاف الائمة مع الدلائل وأجب عن الحديث ان كان حجة عليك؟

(پانی میں نجاست گرنے سے وہ کب پلید ہوتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف مع دلائل بیان کریں؟ اگر یہ خدمت آپ کے مؤقف کے خلاف ہے تو اس کا جواب دیں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میدانوں کے پانی کے بارے میں دریافت کیا جن سے درندے اور چارپائے پیتے

ہیں؟ آپ نے جواب دیا جب پانی دوقلوں کی مقدار ہو تو وہ پلید نہیں ہوتا۔

خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی وضاحت:

حدیث بالا کے خط کشیدہ کلمات کے اعراب کی وضاحت درج ذیل ہے:

۱-عُمَرَ: مضاف الیہ ہے لیکن غیر منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے لیکن حقیقت میں مکسور ہے۔

۲-وَھُوَ: واؤ حالیہ ہے ھُوَ ضمیر برائے واحد مذکر غائب' اس کا مرجع آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات ہے جو منصوب محلاً حال ہے۔

۳-یَکُوْنُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد اجوف وادی، از باب نَصَرَ یَنْصُرُ مرفوع لفظاً بسبب خالی ہونے ناصب وجازم کے۔

۴-قُلَّتَیْنِ: قُلَّتَیْنِ تثنیہ اور منصوب لفظاً ہے بسبب کَانَ کی خبر ہونے کے۔

(ب) کھڑے ہوئے پانی میں نجاست گرنے کی صورت میں اس کے نجس ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کھڑے ہوئے پانی میں نجاست گرنے کی صورت میں اس کے نجس ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ کھڑے ہوئے پانی کی مقدار دہ دردہ ہو تو اس میں نجاست گرنے سے اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے یعنی رنگ، بو اور ذائقہ۔ اگر پانی کی مقداد وہ دردہ سے کم ہو تو نجاست گرتے ہی وہ پلید ہو جائے گا خواہ نجاست قلیل ہو یا کثیر اور خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل ہوا ہو یا نہ۔ آپ نے مشہور روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور پھر اس سے وہ غسل کرے۔

۲-آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ جب کھڑا پانی قلتین یعنی پانچ مشکیزوں کی مقدار میں

ہو تو نجاست گرنے سے جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے وہ نجس نہ ہوگا۔ تاہم پانی کی مقدار قلتین سے کم ہو تو نجاست گرنے سے وہ پلید ہو جائے گا اور اس کے لیے اوصاف ثلاثہ میں سے کسی کے تبدیل ہونے کی قید نہیں ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- یہ روایت متناً و سنداً مضطرب ہونے کے سبب نا قابل قبول اور نا قابل عمل ہے۔
۲- قلتین والی حدیث مجہول المقدار ہونے کے سبب نا قابل عمل ہے۔

سوال 2: عن أنس رضی الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر و عمرو عثمان يفتتحون القراء ة بالحمد الله رب العالمين .

(الف) ترجم الحديث وأجب عن الأسئلة التالية؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور درج ذیل سوالات کے جواب دیں؟)

(ب) ظاهر الحديث أنهم كانوا لايقرء ون البسملة أصلاً مع أن الأئمة متفقون على قرائتها فما الجواب عنه ؟

(زیر مطالعہ حدیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ قرأت کے وقت تسمیہ نہیں پڑھتے تھے جبکہ آئمہ اربعہ کے نزدیک تسمیہ پڑھی جائے گی' اس کا جواب کیا ہے؟)

(ج) هل البسملة جزء من الفاتحة أم لا؟ بين اختلاف الأئمة مع الدلائل؟

(کیا تسمیہ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(د) ماالفائدة فى ذكر الأصحاب الثلاثة الأجلة بعدالرسول صلى الله عليه وسلم ؟

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجلہ اصحابہ ثلاثہ کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (نماز میں) قرأت کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے کرتے ہیں۔

(ب) تسمیہ سورۃ فاتحہ کی جز ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ:

کیا بسملہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تسمیہ قرآن کی جز ہے لیکن ہر سورت کی مستقل جز نہیں ہے۔ تاہم سورۃ توبہ کی مستقل جز ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے اور سورۃ فاتحہ کی بھی۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ تسمیہ نہ قرآن کا حصہ ہے اور نہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے۔

(د) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء ثلاثہ کا ذکر کرنے کی وجوہات:

زیر مطالعہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء ثلاثہ کا ذکر کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- اس میں عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ خُلَفَآءِ رَاشِدِیْنَ کا درس مزید مقصود ہو۔
۲- خلفاء ثلاثہ کی بالترتیب خلافت و نیابت کی طرف اشارہ ہونا۔
۳- خلفاء ثلاثہ کی عظمت و کرامت اور شان کی طرف اشارہ ہونا۔

سوال 3: قال قتادة قلت لأنس بن مالك كم حج النبى صلى الله عليه وسلم؟ قال حجة واحدة واعتمر أربع عمر . عمرة فى ذى القعدة و عمرة

الحدیبیة و عمرة مع حجة و عمرة الجعرانة ۔

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة واشرحه شرحا بسیطا؟ ۱۵

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کی تشریح کریں؟)

(ب) لم اقتصر النبی صلی اللہ علیه وسلم علی حجة واحدة ولم أخرها؟ وأیة عمرة أریدت بقوله وعمرة فی ذی العقدة؟

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج پر اکتفاء کیوں کیا اور اسے مؤخر کیوں کیا؟ ذی القعدہ کے عمرہ سے کون سا عمرہ مراد ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا تھا اور چار عمرے ادا فرمائے تھے۔ پہلا عمرہ ذی العقدہ میں، دوسرا عمرہ حدیبیہ کے موقع پر، تیسرا عمرہ حج کے ساتھ اور چوتھا عمرہ جعرانہ سے احرام باندھ کر ادا کیا تھا۔

تشریح وتوضیح حدیث:

سیرت نگاروں اور مؤرخین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات واحوال اور سیرت طیبہ کا ایک ایک پہلو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجوں اور عمروں کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ نے حج ایک ادا فرمایا تھا اور عمرے چار کیے تھے۔ آٹھ ہجری میں حج فرض ہوا جبکہ حج کے مہینے ختم ہو چکے تھے۔ نو ہجری کو مسلمانوں نے پہلا حج ادا کیا جس میں آپ شامل نہ ہوئے۔ مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حج کیا۔ دس ہجری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں حج ادا کیا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تفصیل کچھ یوں ہے: پہلا عمرہ چھ ہجری کو حدیبیہ کے موقع پر ادا کیا، دوسرا عمرہ سات ہجری کو ادا فرمایا جو عمرۃ القصا کہلاتا ہے، تیسرا عمرہ آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے موقع پر ادا کیا اور چوتھا عمرہ دس ہجری کو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا۔ یہ سب کے سب عمرے ذوالقعد مہینے میں ادا کیے گئے تھے۔

(ب) ایک حج ادا کرنے اور اسے تاخیر سے ادا کرنے کی وجہ:

سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیوں کیا تھا اور اسے تاخیر سے کیوں ادا کیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آٹھ ہجری میں حج فرض ہوا جبکہ حج کے مہینے ختم ہو چکے تھے، نو ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا۔ دس ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا اور آخری حج ادا کیا اور گیارہ ہجری میں حج کے مہینے آنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ آپ کے ایک حج ادا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں پر زندگی میں ہر سال یا متعدد حج فرض نہ ہو جائیں۔ علاوہ ازیں فرضیت حج کے بعد مزید حج ادا کرنے کا موقع بھی میسر نہ آیا۔ تاخیر سے حج ادا کرنے کی یہ وجوہات تھیں (۱) حج فرض ہی تاخیر سے ہوا تھا۔ (۲) قبول اسلام کے سبب بکثرت مسلمان آپ کی قیادت میں حج کی کرنے کی سعادت حاصل کرسکیں۔

ذوالقعدہ کے عمرہ سے مراد:

ذوالقعدہ کے عمرہ سے مراد، حدیبیہ کے موقع پر کیا جانے والا عمرہ ہے۔ جب مسلمان عمرہ کی نیت سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کفار مکہ نے انہیں مکہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ صلح کی شرائط کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانیاں کرنے کے بعد صحابہ کو احرام کھولنے کا حکم دے دیا۔ خواہ یہ عمرہ ادا نہ ہوا لیکن مسلمان عازمین عمرہ کے طور پر گئے تھے، اس لیے اسے عمرہ قرار دیا گیا ہے۔

سوال 4: عن أنس قال ان کا ن رسول الله صلى الله عليه وسلم ليخ لطنا حتی ان كان ليقول لأخ لی صغير يا أبا عمير مافعل النغير .

(الف) ترجم الحديث وبين مفهومه .

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم بیان کریں؟)

(ب) كلمة" ان" فی الموضعين شرطية أو غير ها؟ و على الأول فما جو ابها . اللام فی قوله" ليخالطنا" و"ليقول" مفتوحة أو مسكورة . وأي لام هی؟

(ج) هل يجوز جلس الطيور واللعب بهاو بيعها وشرائها؟ واذكر شرائط جواز المزاح . واذكر ايضاً نبذة من مزاح النبی صلى الله عليه وسلم .

(کیا دونوں جگہ میں کلمہ ''ان'' شرطیہ ہے یا نہیں؟ علی سبیل الاوّل اس کا جواب شرط کیا ہے؟ حدیث کے الفاظ ''لیخالطنا'' اور ''لیقول'' میں لام مسکورہ ہے یا مفتوحہ؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش طبعی و مزاح کرتے ہوئے ہم میں گھل مل جاتے تھے۔ حتیٰ میرے چھوٹے بھائی سے یوں فرماتے: اے ابوعمر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

مفہوم حدیث:

خاتم الانبیاء، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بلند اخلاق اور مزاح پسند تھے، کسی سے مذاق نہ فرماتے جس سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہے۔ آپ کا ہر عمل اور ہر قول حقیقت پر مبنی ہوتا تھا۔ خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عموماً آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان کے چھوٹے بھائی کو ''ابوعمیر'' کی کنیت سے یاد فرماتے، وہ عموماً ایک چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور وہ مر گئی۔ آپ دوستانہ حیثیت اختیار فرما کر ان

سے مزاح فرماتے تھے۔ چڑیا کے مرنے پر آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی سے فرمایا: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

(ب) حدیث میں مذکور دونوں جگہ میں 'اِنْ' کی حالت:

زیر بحث حدیث میں دونوں مقامات میں ''اِنْ'' نہ شرطیہ ہے اور ناصبہ ہے بلکہ حرف مشبہ بفعل ہے۔ دونوں جگہ میں اِنْ کا اسم مذکور ہے مگر خبر محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں تھی: انه كان رسو ل الله الخ على هذا لقياس: انه كان ليقول الخ۔

دونوں جگہ لام کی حرکت و وضاحت:

حدیث مذکورہ میں دونوں الفاظ ''لَيُخَالِطُنَا'' اور ''لَيَقُوْلُ'' میں لام مکسور نہیں ہے بلکہ مفتوحہ ہے، جو مضارع میں تاکید کے معنی پیدا کرنے کے لیے اور مضارع کو حال کے معنی کے ساتھ خاص کرنے کے لیے ہے۔

(ج) پرندوں کو قید کرنے، ان کے ساتھ کھیلنے اور ان کی خرید و فروخت کا حکم:

جواب: پرندے بھی انسانوں کی طرح آزاد مخلوق ہے، کھانے دانے کے بغیر انہیں قید کرنا درست نہیں ہے۔ انہیں اذیت دیئے بغیر اور مذہبی نقصان یعنی ترک نماز وغیرہ کے بغیر مزاح کے انداز میں ان سے کھیلنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ پرندے چونکہ حلال ہیں، لہٰذا ان کی خرید و فروخت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ بند یا پکڑے ہوئے ہوں۔ ہوا میں اڑتے ہوئے یا آزاد پرندوں کی خرید و فروخت ممنوع ہے، کیونکہ اس صورت میں مشتری کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

شرائط مزاح:

شرعی نقطہ نظر سے غیبت، مذاق اور چغلی کھانا حرام ہے لیکن مزاح جائز ہے۔ اس کے جواز کی چند ایک شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) کذب بیان کی شکل نہ ہو۔ (۲) مذاق کی صورت نہ ہو۔ (۳) مسلسل نہ ہو بلکہ جزوی طور پر ہو۔ (۴) کسی کی دل آزاری و اذیت رسانی کا سامان نہ ہو۔ (۵) کسی کے

مزاح کے منافی نہ ہو۔

مزاح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مذاق سے احتراز کرتے مگر بعض اوقات مزاح فرمایا کر تھے۔ آپ کے مزاح کے کثیر واقعات ہیں، جن میں سے ایک بطور تمثیل پیش کیا جاتا ہ ایک دفعہ ایک معمر خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئی: میرا اون میرا نافرمان ہے، جو مجھے اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا۔ لہٰذا آپ مجھے اس پر سوار کرادیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کے بچے سوار کرتا ہوں۔ وہ گھبرائی اور عرض کیا: یارسول اللہ! اونٹنی کا بچہ تو مجھے گرادے گا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ا مائی! گھبرائیں مت ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/1215ء

﴿الورقة الرابعة: لسنن أبی داؤد و آثار السنن﴾

الوقت المحدد: ثلٰث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: أجب عن اثنين من كل قسم

القسم الأول: سنن أبی داؤد

السؤال الأول: عن عائشه رضی الله عنها أنها قالت كان فيما أنزل الله من القرآن عشر رضعات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات يحرمن فتو فی رسول الله صلى الله عليه وسلم وهن مما يقرء من القرآن۔

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ ۱۰

(ب) اذكر اختلاف العلماء فی مقدار اللبن الذی يثبت بشربه حكم الرضاع مع الدلائل؟ ۱۵

السؤال الثانی: عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال نفلنی رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم بدر سيف أبی جهل كان قتله۔

(الف) ترجم الحديث الى الأردية و بين مفهومه واذكر مرجع الضمير المستكن فی "كان"؟ ۱۰

(ب) المشهور أن أبا جهل قتله معاذ و معوذ، فما معنى قوله "كان قتله"؟ ۱۰

(ج) اذكر اسم أبی جهل ومن كناه بهذه الكنية؟ وبين كنيته التی كان يكنى بها قبل البعثة؟ ۵

السؤال الثالث: ان نبی الله صلى الله عليه وسلم صعد أحد افتبعه أبو بكر و عمر و عثمان فرجف بهم فضربه نبی الله صلى الله عليه وسلم وقال

اثبت أحد، نبی و صدیق و شهیدان ۔

(الف)ترجم الحدیث واذکروجه رجف أحد بهم؟ ۱۰

(ب)من هو المراد بقوله صلی الله علیه وسلم "صدیق"، و"شهیدان"؟ لم سمی جبل احد بهذا الاسم؟ ۱۰

(ج)فی الحدیث علم من أعلام النبوة أوضحه؟ ۵

القسم الثانی.....آثار السنن

السؤال الرابع: ۱-عن عائشه رضی الله عنها قالت من حدثکم أن رسول الله صلی الله علیه وسلم بال قائما فلا تصدقوه، ما کان یبول الا جالسا ۔

۲- وعن حذیفة رضی الله عنه قال أتی النبی صلی الله علیه وسلم سباطة قوم فبال قائماثم دعا بماء فجئته بماء فتوضأ ۔

(الف)ترجم الحدیثین، وارفع التعارض بینهما؟ ۱۵

(ب)هل البول قائما جائز أم لا؟ بینه بالدلیل؟ ۱۰

السؤال الخامس: عن عائشة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من صلیٰ صلاة لم یقرء فیها بأم القرآن فهی خداج ۔

(الف)ترجم الحدیث الی الأردیة؟ ۵

(ب)اذکر اختلاف الائمة فی القراء ة خلف الامام وأید مذهبك بالدلائل؟(۲۰)

السؤال السادس: عن أبی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة ۔

(الف)ترجم الحدیث وأذکر معنی الترویحة وسبب التسمیة بها؟(۱۰)

(ب)اذکر الاختلاف فی عدد التراویح وأید مذهبك بالدلائل القریة؟ (۱۵)

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ چہارم: سنن ابی داوَد﴾

سوال ا: عَنْ عَـائِشَةَ رَضِـیَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ کَانَ فِیْمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْقُرْآنِ عَشَرَ رَضْعَاتٍ یُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَّعْلُوْمَاتٍ یُحَرِّمْنَ فُتُوَفِّیَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا یُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ ۔

(الف)شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)اذکر اختلاف العلماء فی مقدار اللبن الذی یثبت بشربه حکم الرضاع مع الدلائل ۔

(دودھ کی وہ مقدار جس سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں، ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم اتارا تھا کہ دس دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی، پھر پانچ منسوخ قرار پا گئیں، پانچ مرتبہ دودھ پینے کا حکم اس وقت تک باقی تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔

(ب) مقدار رضاعت میں مذاہب آئمہ:

تمام آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صرف شیر خوارگی کے زمانہ میں دودھ نوش کرنے

سے رشتہ رضاعت ثابت ہوتا ہے لیکن دودھ کی مقدار میں اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے حرمت رضاعت کے لیے مطلق دودھ کا پینا کافی ہے خواہ ایک دو چسکیاں ہوں۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ ''اور تمہاری مائیں وہ ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا''۔ یہ ایت مطلق دودھ کی دلیل ہے۔

(ii) اعلان قرآن ہے: وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ ''یعنی تمہاری رضاعی بہنیں بھی تم پر حرام ہیں''۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے پانچ چسکیاں پینا ضروری ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں پانچ چسکیاں پینے کی صراحت موجود ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اور ہماری دلیل نص قرآنی ہے، جب خبر واحد اور نص قرآنی کا مقابلہ ہو جائے تو نص قرآنی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور خبر واحد متروک ہو جاتی ہے۔

سوال 2: عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال نفلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر سیف أبی جهل كان قتله .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية و بين مفهومه . واذكر مرجع الضمير المستكن فی ''كان''؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم بیان کریں؟ اور ''کَانَ'' کی ضمیر کا مرجع بتائیں؟)

(ب) المشهور أن أبا جهل قتله معاذ و معوذ، فما معنى قوله ''كان قتله''؟

(یہ بات مشہور ہے کہ حضرت معاذ اور حضرت معوذ نے ابوجہل کو قتل کیا تھا' پھر ''کان قتلہ'' کا کیا مطلب ہوا؟)

(ج) اذكر اسم أبی جهل و من كناه بهذه الكنية؟ وبين كنيه التی كان يكنی بها قبل البعثة

(ابوجہل کا نام کیا تھا اور اس کی یہ کیفیت کس نے رکھی تھی؟ بعثت نبوی سے پہلے اس کی کنیت کیا تھی؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

''حضرب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی تلوار بھی مجھے عنایت فرمادی کہ انہوں نے اسے واصل جہنم کیا تھا۔

مفہوم حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر دشمن اسلام و دشمن رسول ابوجہل میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت سے مجھے حصہ عنایت فرمانے کے علاوہ ''ابوجہل'' کی تلوار بھی ازراہ شفقت عنایت فرمائی تھی۔

کَانَ کی ضمیر کا مرجع:

حدیث مذکور میں لفظ ''کَانَ'' کی ضمیر ''ھُوَ'' مستتر ہے، اس کا مرجع کیا ہے؟ مطالعہ حدیث سے ہوتا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔

(ب) کَانَ قَتَلَهٗ سے مراد:

زیر مطالعہ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو قتل کیا تھا جبکہ تاریخی حقیقت اس کے خلاف ہے کہ حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ نے اسے واصل جہنم کیا تھا؟

اس کے کئی جوابات ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-حملہ کا آغاز دونوں بھائیوں نے کیا تھا مگر اسے واصل جہنم حضرت عبداللہ بن سعود رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کے قتل کرنے میں حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہما کی معاونت کی تھی۔

۳-ابتداء حملہ حضرت معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما نے کیا تھا مگر بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔

۴-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کے قتل میں شریک تھے جس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابوجہل کی تلوار عنایت کی تھی۔

(ج) ابوجہل کا نام:

کفار و مشرکین مکہ کے رؤساء اور اسلام دشمن پیشواؤں میں سے ایک ابوجہل تھا، اس کا اصل نام ''عمر'' تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر بایں الفاظ دعا کی تھی: **اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمر بن الهشام (او كما قال عليه السلام)**۔ اے اللہ! تو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام میں سے ایک کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا کر''۔

ابوجہل کی قدیم اور جدید کنیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے قبل عمر بن ہشام کی کنیت ابوالحکم (صاحب عقل و دانش) لیکن آپ کے اعلان نبوت کے بعد اسلام دشمنی کے سبب مسلمانوں کی طرف سے اسے ''ابوجہل'' کی کنیت دی گئی اور وہ اس کنیت سے خوب مشہور ہوا۔

سوال 3: ان نبی الله صلى الله عليه وسلم صعد أحد افتبعه أبو بكر و عمر و عثمان فرجف بهم فضربه نبی الله صلى الله عليه وسلم وقال اثبت أحد' نبی و صديق و شهيدان .

(الف) ترجم الحديث واذكروجه رجف أحد بهم؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور صحابہ ثلاثہ کی وجہ سے اُحد پہاڑ کیوں کانپا تھا؟)

(ب) من هو المراد بقوله صلى الله عليه وسلم "صديق"، و "شهيدان"؟ لم سمی جبل احد بهذا الاسم؟

(''صدیق اور شہیدان'' سے کون لوگ مراد ہیں۔ احد پہاڑ کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟)

(ج) فی الحديث علم من أعلام النبوة أوضحه؟

(حدیث میں علومِ نبوت میں سے ایک علم غیب بیان ہو رہا ہے آپ اس کی وضاحت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے تو آپ کے پیچھے ابوبکر صدیق، عمر اور عثمان بھی چڑھے، تو پہاڑ نے ان کی وجہ سے کانپنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر (ایڑی سے) ضرب لگاتے ہوئے فرمایا: اے احد! تو اپنی حرکت بند کر دے کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

احد پہاڑ کے کانپنے کی وجہ:

احد پہاڑ کا کانپنا زلزلہ کے نتیجہ میں نہیں تھا بلکہ تینوں بزرگوں کے استقبال اور خوشی میں جھومنا شروع کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی اسے حرکت بند کرنے کا حکم دیا تو اس نے حرکت ختم کر دی۔

(ب) ''صدیق'' و ''شہیدان'' سے مراد:

حدیث مذکورہ میں لفظ 'صدیق' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ''شہید ان'' سے مراد حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما ہیں۔

احد پہاڑ کی وجہ تسمیہ:

احد پہاڑ مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ دیگر طویل و عریض پہاڑی سلسلوں سے بالکل الگ ہے، اس لیے اسے ''احد'' کہا جاتا ہے۔

(ج) نبوت کے علوم میں سے ایک علم غیب ہونا اور اس کی وضاحت:

لفظ ''نبی'' کا معنی ہے: غیب کی خبریں دینے والا، اس کے علوم میں سے ایک علم ہے: علم غیب۔ خدیث مذکور میں اس کی توضیح یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ نے ''احد'' پہاڑ پر قدم رکھے تو وہ وجد میں آ گیا، آپ نے اسے حرکت بند کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: اے اُحد! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ نبی سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، صدیق سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شہیدان سے مراد: حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا جبکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہمائے نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ ان دونوں خلفاء کی شہادت کی گواہی یا اطلاع زبان نبوت سے دی گئی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔

قسم ثانی: آثار سنن

سوال 4: ۱-عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت من حدثکم أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بال قائما فلا تصدقوہ، ما کان یبول الا جالسا۔

۲- وعن حذیفة رضی اللہ عنه قال أتی النبی صلی اللہ علیه وسلم سباطة قوم فبال قائماثم دعا بماء فجئته بماء فتوضأ؟

(الف)ترجم الحدیثین، وارفع التعارض بینهما؟

(دونوں احادیث کا ترجمہ کریں اور دونوں میں پایا جانے والا تعارض دور کریں؟)

(ب)هل البول قائما جائز أم لا؟ بینه بالدلیل؟

(کیا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟)

جواب: (الف) احادیث مبارکہ کا ترجمہ:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جو شخص تم سے یہ بات کہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، تو تم اس کی تصدیق نہ کرو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی روڑی پر آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر آپ نے پانی طلب کیا تو میں نے پانی پیش کیا آپ نے اس سے طہارت کی۔

دونوں روایات میں تعارض اور اس کا جواب:

دونوں روایات میں تعارض اس طرح ہے کہ پہلی روایت سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی نفی معلوم ہوتی ہے اور دوسری روایت سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ اس تعارض کے متعدد جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- پہلی روایت عام حالت پر محمول ہے اور دوسری عذر پر محمول ہے۔

۲- پہلی ردایت میں اندر خانہ کی حالت بیان ہوئی جبکہ دوسری روایت میں عام حالت بیان کی گئی ہے۔

۳- آپ کے گھٹنے میں درد تھا جس وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔

۴- آپ نے غلاظت سے اجتناب کرتے ہوئے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔

۵- پہلی حدیث ناسخ اور دوسری منسوخ ہے۔

(ب) کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا شرعی حکم:

کسی عذر کے بغیر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے مگر عذر کی بنا پر مکروہ نہیں ہے، کیونکہ عذر کی وجہ سے کئی امور جائز ہو جاتے ہیں مثلاً بیٹھنے سے کپڑے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بیٹھنے سے جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہوتی ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔

پیشاب کی چھینٹوں سے احتراز کرنا ازبس ضروری ہے، اس بارے میں مشہور روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه(او کمال قال علیه السلام)** ''تم پیشاب کی چھینٹوں سے بچو، کیونکہ عموماً قبر کا عذاب اسی سے ہوتا ہے''۔

علاوہ ازیں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قبرستان سے ہوا، آپ دو قبور کے پاس رک گئے اور فرمایا: ان دو قبور والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ یہ عذاب ایک کو تو پیشاب کی چھینٹوں سے احتراز نہ کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو چغلی کھانے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ پھر آپ نے کھجور کی ٹہنی کے دو حصے کیے، ایک حصہ ایک قبر پر رکھ دیا اور دوسرا دوسری قبر رکھ دیا اور فرمایا: اب دونوں قبر والوں کے عذاب میں کمی واقع ہو گئی ہے۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ انسان کو غلاظت بالخصوص پیشاب کی چھینٹوں سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے سبب عذاب قبر کا اندیشہ ہے۔

سوال 5: عن عائشة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من صلیٰ صلاة لم یقرء فیها بأم القرآن فهی خداج ۔

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة ۔

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر اختلاف الائمة فی القراء ة خلف الامام وأید مذهبك بالدلائل ۔

(مسئلہ قرأت خلف الامام کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں اور اپنا مذہب دلائل سے ثابت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا، جس شخص نے نماز ادا کی پھر اس نے اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھی، پس وہ نہ تمام ہے۔

(ب) مسئلہ قرأت خلف الامام میں مذاہب آئمہ:

کیا امام کی اقتداء میں قرأت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- فقہاء احناف کا مؤقف ہے کہ امام کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز میں قرأت منع ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو تم توجہ سے سنو اور خاموشی اختیار کرو۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرأة الامام له قرأة (امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے)

(iii) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جس نے امام کی اقتداء میں قرأت کی اس نے غلطی کی۔

(iv) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو امام کی اقتداء میں قرأت کرے میں اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دوں۔

۲- حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرأت خلف الامام (واجب وشرط) ہے، کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاصَلٰوۃَ اِلَّابِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ۔ یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے۔

احناف کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ہماری دلیل نص قطعی ہے اور اس کے مقابل ان کی دلیل خبر واحد ہے۔ جب دونوں میں مقابلہ ہو جائے تو نص قرآنی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور خبر واحد متروک ہوتی ہے۔

سوال 6: السؤال السادس: عن أبی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة ۔

(الف) ترجم الحدیث وأذکر معنی الترویحة وسبب التسمیة بها؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور ترویحہ کا معنی بتاتے ہوئے اس کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟)

(ب) اذکر الاختلاف فی عدد التراویح وأید مذهبك بالدلائل

القرية؟

(تراویح کی تعداد کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں اور اپنے مذہب کو دلائل سے ثابت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوخصیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ پانچ ترویحوں میں بیس رکعات نماز پڑھاتے تھے۔

ترویحہ کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ:

لفظ ''ترویحہ'' ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنی ہے: آرام کرنا، ستانا۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنی ہے کہ چار رکعت نماز تراویح ادا کرنے کے بعد چار رکعت کے وقت کے برابر آرام کرنا یعنی بیٹھے رہنا، ذکر واذکار میں مصروف رہنا۔ چونکہ چار رکعت کے وقت کے برابر ٹھہرے رہنے سے خوب آرام واستراحت ہو جاتا ہے، اس لیے اسے ''ترویحہ'' کہا جاتا ہے۔

(ب) نماز تراویح کی تعداد رکعات میں مذاہب آئمہ:

نماز تراویح کی تعداد رکعات کتنی ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز تراویح بیس رکعات ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات نماز تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

(ii) خلفاء راشدین اپنے اپنے دور میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھا کرتے تھے، جن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ خُلَفَاءِ رَّاشِدِيْنَ، تم پر میرا اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے۔

(iii) حرمین شریفین نسل بعد نسل تا عصر حاضر مسلمان بیس رکعات نماز تراویح پڑھتے ہیں۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رمضان میں نماز تراویح چھتیس رکعات ہیں، آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں چھتیس رکعات کی تصریح موجود ہے۔

نماز تراویح کے حوالے سے آٹھ رکعات والی روایت اور اس کا جواب:

غیر مقلدین کا مؤقف ہے کہ نماز تراویح آٹھ رکعات ہیں، وہ حضرت ابومسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیحین)

اس روایت کے متعدد جوابات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے سائل کے جواب میں نماز تراویح کی نہیں بلکہ نماز تہجد کی تفصیل بتائی ہے۔

(ii) حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(iii) حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ہم نے خود دیکھا لوگ نماز وتر سمیت 23 رکعات ادا کرتے تھے۔

(iv) حضرت ابن رفیع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/**1215**ء

﴿الورقة الخامسة: لسنن النسائى وسنن ابن ماجة﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه: أجب عن سؤالين من كل قسم ۔

السؤال الأول: عن ابن عمر رضى الله عنهما قال بينما الناس بقباء فى صلوٰة الصبح جاء هم آت فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قدأنزل عليه الليلة قرآن وقدأمرأن يستقبل القبلة فاستقبلوهاو كانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة ۔

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية وبين اعراب الكلمات المخطوطة؟ ۱۵

(ب) كيف تركوابخبر الواحد استقبال الكعبة المعظمة الثابت بدليل قطعى؟ ۱۰

السؤال الثانى: عن جبيربن معطم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا بنى عبد مناف لاتمنعن أحداطاف بهذا البيت وصلى أى ساعة شاء من ليل أو نهار ۔

(الف)ترجم الحديث وأوضح مفهومه؟ ۱۰

(ب)اذكر اختلاف الائمة فى جواز الصلوٰة بعد العصر وبعد الصبح مع الدلائل؟ ۱۵

السؤال الثالث: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الهاكم التكاثر

حتى زرتم المقابر قال يقول ابن اٰدم مالى مالى ۔ وانما مالك ماأكلت فافنيت أو لبست فابليت أو تصدقت فامضيت ۔

(الف)ترجم الحديث الى الأردية وأوضح مفهومه؟ ۱۰

(ب)أية فائدة أفادها النبى صلى الله عليه وسلم بقوله"يقول ابن اٰدم مالى مالى ۔ وكيف حصر النبى صلى الله عليه وسلم ماله فى ثلثة أشياء مع أن ماتركه بعدموته هوأيضًا ماله؟ ۱۵

القسم الثانى:ابن ماجة

السؤال الرابع: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذالعن أخرهذه الأمة أولها فمن كتم حديثا فقد كتم ماأنزل الله ۔

(الف)شكل الحديث وترجمه الى الأردية واوضح مفهومه؟ ۱۰

(ب)بين المراد بقوله "لعن أخر هذه الأمة اولها" و بين صورجواز كتمان العلم وعدمه؟ ۱۵

السؤال الخامس: عن عمر رضى الله عنه أنه كان عليه نذر ليلة فى الجاهلية يعتكفها فسال النبى صلى الله عليه وسلم فامره أن يعتكف ۔

(الف)ترجم الحديث الى الأردية؟ ۵

(ب)اذكراختلاف الائمة فى أنه يصح الاعتكاف بدون الصوم مع الدلائل وبين دليل امامك الامام الأعظم رضى الله عنه واجب عن الحديث ان لم يؤيد مذهب امامك؟ ۲۰

السؤال السادس: قال رجل من أهل الصفة يا رسول الله ان أرضنا أرض مضبة فما ترى فى الضباب قال بلغنى أنه أمة قدمسخت فلم يأمربه ولم ينه عنه؟

(الف)ترجم الحديث الى الاردية؟ ۵

(ب)اذكر اختلاف الائمة فى حل أكل الضب مع الدلائل؟ وحديث الباب حجة الباب فريق؟ ۲۰

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ پنجم: سنن نسائی وسنن ابن ماجہ﴾

قسم اوّل: سنن نسائی

سوال ا: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ بَیْنَمَا النَّاسُ بِقُبَاءَ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ جَآءَھُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَیْہِ اللَّیْلَۃَ قُرْآنٌ وَقَدْ اُمِرَأَنْ یَّسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ فَاسْتَقْبَلُوْھَا وَکَانَتْ وُجُوْھُھُمْ اِلَی الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَی الْکَعْبَۃِ۔

(الف) شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة وبین العراب الکلمات المخطوطة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اُردو ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کے اعراب واضح کریں؟)

(ب) کیف ترکوابخبر الواحد استقبال الکعبة المعظمة الثابت بدلیل قطعی؟

(استقبال قبلہ دلیل قطعی سے ثابت تھا' تو لوگوں نے اسے خبر واحد کے ساتھ کیوں ترک کر دیا گیا؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لوگ مسجد قباء میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: بیشک رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا گیا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قبلہ تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا تم بھی کعبہ کی طرف پھر جاؤ۔ وہ اپنے چہرے کے ملک شام کی طرف کیے ہوئے تھے، تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی نشاندہی:

۱-اٰتٍ: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مجرد ناقص یائی از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ۔ آنے والا۔

۲-اَللَّیْلَۃَ: واحد ہے، اس کی جمع اَللَّیَالِیْ آتی ہے۔ رات۔ اُنْزِلَ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۳-قُرْآنٌ: آخری آسمانی کتاب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتاری گئی۔ اُنْزِلَ کا نائب فاعل۔ نائب فائل ہونے کی وجہ سے فاعل والا اعراب (رفع) اسے دیا گیا ہے۔

۴-اَلْقِبْلَۃَ: یَسْتَقْبِلُ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(ب) نص قطعی کے مقابل خبر واحد پر عمل کی وجہ:

سوال یہ ہے کہ قبلہ کا تعین نص قطعی سے ثابت ہے جبکہ یہاں اسے خبر واحد سے تبدیل کیا گیا یعنی لوگوں نے خبر واحد کے سبب اسے تبدیل کر دیا، جو درست نہیں ہوسکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں خبر واحد کو نص قطعی پر ترجیح نہیں دی گئی اور نہ اس پر عمل کرتے ہوئے نص قطعی کو ترک کیا گیا ہے بلکہ خبر متواتر پر عمل کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان دنوں یہودیوں کی طرف سے تبدیلی کعبہ کا مطالبہ عروج پر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے خواہاں تھے اور ہر گھر میں یہی مسئلہ بحث موضوع بنا ہوا تھا۔ یہ قرائن ہیں کہ خبر واحد پر عمل کی وجہ سے نص قطعی ترک نہیں کی گئی بلکہ خبر متواتر کی وجہ سے نص قطعی متروک ہوئی ہے، جس کے جواز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال2: عن جبیربن مطعم أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال یا بنی عبد مناف لاتمنعن أحداطاف بهذا البیت وصلی أی ساعة شاء من لیل

أو نهار .

(الف) ترجم الحديث وأوضح مفهومه؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى جواز الصلوٰة للطواف بعد العصر وبعد الصبح مع الدلائل؟

(نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف ادا کرنے کے جواز وعدم جواز پر مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد مناف کی اولاد! تم کسی شخص کو بھی اس گھر کا طواف کرنے اور شب وروز کسی بھی وقت نماز ادا کرنے سے ہرگز نہ روکو۔

مفہوم حدیث:

بنی عبد مناف بیت اللہ اور مسجد حرام کے کلید بردار اور متولی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہم اور مفید نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ زائرین کو طواف اور نماز سے کسی بھی وقت منع نہ کرنا خواہ وہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد بھی طواف کرنا چاہیں تب بھی انہیں اس سعادت سے محروم نہ کرنا۔

(ب) نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز عصر اور نماز صبح کے بعد نوافلِ طواف ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف جائز ہیں، انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہمہ وقت بالخصوص ان دواوقات میں نماز طواف کا ز ثابت ہوتا ہے۔

۲-حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں دو اقوال ہیں۔ (۱) حضرت امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ (۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

۳-حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف ادا کرنا منع ہے۔ وہ بطور دلیل حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز عصر اور نماز فجر کے بعد طواف کیا لیکن نوافل ادا نہ کیے، ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: **نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوٰة بعد صلوة الصبح حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب الشمس** ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور نماز عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی مسئلہ یا حکم بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں محض مقصد بنی عبد مناف کو اپنے فرائض وخدمات کی انجام دہی سے آگاہ کرنا تھا، کیونکہ دوسری روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل ادا کرنا منع ہے۔

سوال 3: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الهاكم التكاثر حتى زرتم المقابر قال يقول ابن اٰدم مالى مالى . وانما مالك ما اكلت فافنيت أو لبست فابليت أو تصدقت فامضيت .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وأوضح مفهومه؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) أية فائدة أقادها النبى صلى الله عليه وسلم بقوله "يقول ابن اٰدم مالى مالى . وكيف حصر النبى صلى الله عليه وسلم ماله فى ثلثة أشياء مع

أن ماترکه بعدموته هو أیضاً ماله؟

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "یقول ابن آدم الی مالی" سے کونسا فائدہ حاصل ہوا؟ آپ نے مال کو تین حصوں میں بند کر دیا جبکہ مال وراثت بھی اسی کا ہوتا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

کثرت تکبر وفخر نے تمہیں غفلت میں مبتلا کر دیا، یہاں تک کہ تم قبرستان کی نذر ہو گئے۔ ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ یقیناً تیرا مال تو وہ ہے جو تو نے کھا کر ہضم کر لیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ وخیرات کی صورت میں آگے بھیج دیا۔

مفہوم حدیث:

آدمی حرص پسند اور لالچی ہے، کثرت مال ودولت پر فخر کرتا ہے اور وہ دولت کو ذریعہ عزتِ ووقار قرار دیتا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کا مال تین قسم کا ہوسکتا ہے:

(i) جو اس نے طعام کی شکل میں کھا کر ہضم کر لیا۔

(ii) جو اس نے کپڑے کی صورت میں پہن کر بوسیدہ کر دیا۔

(iii) جو اس نے صدقہ وخیرات کی شکل میں آخرت کے لیے آگے بھیج دیا۔

(ب) آدمی کے مال کی کیفیت:

آدمی کو اپنے مال ودولت سے بہت پیار ہے اور اس کو دیکھ کر وہ اظہار مسرت وفرحت کرتا ہے۔ اس کے حصول وجمع کے لیے شب وروز کوشاں رہتا ہے بلکہ بیرون ملک کا سفر کرنے میں بھی راحت محسوس کرتا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ انسان خواہ دنیا بھر کی دولت جمع کر لے صرف تین مال اس کے ہوسکتے ہیں: جو اس نے طعام کی صورت میں کھایا، جو اس نے لباس کی شکل میں پہنا اور جو خیرات کے نام سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ جہاں تک مالِ وراثت کا تعلق ہے، تو وہ آدمی (میت) کا نہیں ہوتا بلکہ ورثاء کا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ تقسیم کے بعد حسب حصہ وصول کرتے ہیں۔

قسم ثانی: سنن ابن ماجه

سوال 4: عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذالعن أخر هذه الأمة أولها فمن كتم حديثا فقد كتم ماأنزل الله ۔

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية واوضح مفهومه؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، اُردو میں اس کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) بين المراد بقوله "لعن أخر هذه الأمة اولها" و بين صور جواز كتمان العلم وعدمه ؟

(ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "لعن أخر هذه الأمة اولها" کا مفہوم واضح کریں؟ کتمان علم کے جواز اور عدم جواز کی صورتیں واضح کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس امت کے آخری لوگ اپنے پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے تو (اس وقت) جس شخص نے حدیث چھپائی، بیشک اس نے حکم خداوندی کو چھپایا۔

مفہوم حدیث:

انسان جھگڑالو اور عجلت پسند واقع ہوا ہے۔ وہ بات بات پر کذب بیانی اور چغلی کھانے کے علاوہ دوسروں کو لعن طعن کا نشانہ بھی بناتا ہے۔ یہ حرکت اس کے لیے نقصان دہ، قابل مذمت اور قابل مؤاخذہ ہے۔ پھر عام لوگ اپنے اسلاف واکابر کے کاموں سے کیڑے نکالیں اور ان کی تقلید وپیروی کے بجائے انہیں لعن طعن کا نشانہ بنائیں، یہ اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حرکت سے منع کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص مجھے دو امور کی ضمانت دیتا ہے: (۱) حفاظت زبان۔ (۲) حفاظت شرمگاہ۔ تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

(ب) الفاظ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''لعن اخر هده الامة اولها'' کا

مفہوم:

اکابر واسلاف اپنے سنہری کارناموں اور قابل تقلید خدمات کے باعث محترم اور قابل تحسین ہیں۔ اگر عام لوگ ان پر تنقید، انگشت نمائی اور لعن طعن کا سلسلہ شروع کر دیں تو یہ قابل مذمت حرکت ہے۔ اس حدیث ''اخر هده الامت '' سے مراد دور حاضر کے اور عام لوگ ہیں۔ ''اولها'' سے مراد سلاف اور کابر دین لوگ ہیں۔

کتمان علم کے جواز وعدم جواز کی صورتیں:

درج ذیل صورتوں میں کتمان علم منع ہے:

۱-جب کوئی صحیح العقیدہ اور مؤدب طالب علم حصول علم کی غرض سے حاضر ہو۔

۲-جب کوئی طالب علم رضائے الٰہی اور خدمت دین کی نیت سے علمی استفادہ کے لیے حاضر ہو۔

۳-جب نیک نیت سے کوئی مذہبی وشرعی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے حاضر ہو۔

۴-تبلیغ واشاعت دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر کوئی طالب حلقہ درس میں شامل ہو۔

ورج ذیل سورتوں میں کتمان علم جائز ہے:۔

۱-نااہل ونالائق اور گستاخ طالب علم حصول تعلیم کے لئے حاضر۔

۲-جب کوئی حصول دنیا کی نیت سے دین سیکھنے کے لیے حاضر ہو۔

۲-جب کوئی بدعقیدہ، بے ادب اور مطلق العنان طالب علم حاضر ہو۔

سوال 5: عن عمر رضی اللہ عنه أنه كان عليه نذر ليلة فى الجاهلية يعتكفها فسأل النبى صلى الله عليه وسلم فامره أن يعتكف .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى أنه يصح الاعتكاف بدون الصوم مع الدلائل وبين دليل امامك الامام الأعظم رضى عنه واجب عن الحديث ان لم يؤيد مذهب امالك؟

(بغیر روزہ کے اعتکاف کے صحیح ہونے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟ امام اعظم، ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل بیان کریں؟ اگر حدیث آپ کے مذہب کے خلاف ہے تو اس کا جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات کا اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ پھر (بعد از اسلام) انہوں نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتکاف پورا کرنے کا حکم دیا۔

(ب) بغیر روزہ کے اعتکاف میں مذاہب آئمہ:

کیا بغیر روزہ کے اعتکاف جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے روزہ کے بغیر اعتکاف کرنا جائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس میں روزہ کا ذکر نہیں جبکہ اعتکاف کا ذکر موجود ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر روزہ کے اعتکاف جائز نہیں ہے، گویا اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، اگر شرط پائی گئی تو مشروط یعنی اعتکاف درست ہوگا ورنہ نہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیر بحث حدیث کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس روایت میں رات کے وقت اعتکاف کرنے کا ذکر ہے، جبکہ روزہ دن کے وقت رکھا جاتا ہے۔ (۲) اس روایت میں زمانہ جاہلیت کی نذر پوری کرتے ہوئے

اعتکاف کا ذکر ہے اور اس وقت روزہ فرض نہیں تھا۔

سوال 6: **قال رجل من أهل الصفة يا رسول الله! ان أرضنا أرض مضبة فما ترى في الضباب قال بلغني أنه أمة قد مسخت فلم يأمر به ولم ينه عنه .**

(الف) ترجم الحديث الى الاردية؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة في حل أكل الضب مع الدلائل؟ وحديث الباب حجة لأي فريق؟

(گوہ کھانے کے حلال ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟ اور حدیث باب کس فریق کی دلیل ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری زمین میں بکثرت گوہیں پائی جاتی ہیں تو گوہوں کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے معلوم ہوا کہ یہ مسخ شدہ ایک قوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کے کھانے کا حکم دیا اور ان سے منع کیا۔

(ب) گوہ کھانے کی حلت یا حرمت میں مذاہب آئمہ:

کیا گوہ کھانا حلال ہے یا حرام؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ گوہ کھانا حلال ہے۔ انہوں نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے۔

(i) حضرت عبداللہ بن عباس صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں: **اكل الضب على مائدة رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيهم ابوبكر رضى الله عنه .** یعنی نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اور کھانے والے حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: **ان النبی صلى الله عليه وسلم سئل عن اكل الضب فقال لا اكله ولا احرمه۔** بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کھانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں''۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ گوہ کھانا مکروہ تحریمی (حرام) ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن اكل لحم الضب ۔** بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

(۲) ارشاد خداوندی ہے: **ويحرم عليهم الخبائث** (الاعراف) اور ان لوگوں پر بری چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ گوہ کھانا حرام ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- دونوں روایات میں حلت وحرمت کے اعتبار سے تعارض ہے۔ جب ان امور کے مابین تعارض آجائے تو احتیاط کی بنا پر حرمت والی جہت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

۲- حلت والی حدیث، حکم خداوندی: **ويحرم عليهم الخبائث** سے منسوخ ہے۔

زیر بحث حدیث حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مؤید ہے، اس کا جواب سطور بالا میں مذکور ہو چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختيار السؤى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ١٤٣٨ھ/1216ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح البخارى﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:١٠٠

الملاحظه:السؤال الأول اجبارى ولك الخيارفى البواقى ان تجيب عن اثنين فقط

السؤال الأول:عن عمر بن الخطاب أن رجلا من اليهود قال له يا امير المؤمنين اية فى كتابكم تقرء ونها لو علينا معشر اليهود نزلت لا تتخذنا ذلك اليوم عيدا قال أىُّ اية قال اليوم اكملت لكم دينكمُ واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينا قال عمر قد عرفنا ذلك اليوم و المكان الذى نزلت فيه على النبى صلى الله عليه وسلم وهو قائم بعرفة يوم جمعة .

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ ١٥

(ب)ماالمناسبة بين الحديث وترجمة الباب؟ وهى باب زيادة الايمان ونقصانه؟ ١٥

(ج)قديستدل بهذا الحديث على جواز عمل المولد وتسمية يوم الميلاد عيدافما وجه الاستدلال وكيف يصح من قول يهودى؟ وهل يصح لرجل ان يعمل عمل المولد وهولايصلى ولايصوم؟ ١٠

السؤال الثانى:عن ابن عباس رضى الله عنهما امر النبى صلى الله عليه

وسلم ان يسجد على سبعة أعظم ولايكف شعراولا ثوبا

(الف)ترجم الحديث الى اللغة الأردية، ثم اذكر اعضاء السبعة؟١٠

(ب)فصل اختلاف الآئمة فيما يجزئ السجود عليه من الأعضاء السبعة؟ ٢٠

السؤال الثالث:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما أنا بشر وانه ياتينى الخصم فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض فاحسب أنه قد صدق وأقضى له بذلك فمن قضيت له بحق مسلم فانما هى قطعة من النارفليأخذها اوفليتركها .

(الف)انقل الحديث الى الاريدية؟ ١٠

(ب)هل يمكن ان يقضى النبى صلى الله عليه وسلم على خلاف الواقع وقدأوتى علم الأولين والآخرين فما معنى قوله عليه السلام فاحسب أنه قد صدق وأقضى له بذلك؟ ١٠

(ج)مامعنى نفى علم الغيب عنه صلى الله عليه وسلم وهل هذاالحصر فى قوله "انما انابشر" حصر حقيقى او اضافى؟ عليكَ بالتوضيح؟ ١٠

السؤال الرابع:عن ابن عمر قال لما فتح هذان المصران اتو اعمر فقالوايا امير المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حد لاهل نجد قرنا وهو جورعن طريقنا وانا ان اردناقرن شق علينا قال فانظروا حذوها من طريقكم فحد لهم ذات عرق .

(الف)انقل الحديث الى الاردية وبين ماهو المراد من "هذان المصران"؟ ١٥

(ب)بين ان ذات عرق صارت ميقاتا بتوقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ام باجتهاد عمررضى الله عنه؟ ١٥

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ اوّل: صحیح بخاری﴾

سوال ١: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَةٌ فِىْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نُزِّلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ أَىُّ اٰيَةٍ قَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِىْ نُزِّلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ

(الف) شکل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) ماالمناسبة بين الحديث وترجمة الباب؟ وهى باب زيادة الايمان ونقصانه؟

(حدیث اور ترجمۃ الباب (عنوان) کے درمیان مطابقت کیا ہے؟ ترجمۃ الباب یہ ہے: ایمان میں اضافہ اور اس میں کمی کا بیان)

(ج) قديستدل بهذا الحديث على جواز عمل المولد وتسمية يوم الميلاد عيدافما وجه الاستدلال و كيف يصح من قول يهودى؟ وهل يصح لرجل ان يعمل عمل المولد وهو لايصلى ولايصوم؟

(اس حدیث سے میلاد شریف کے جواز اور یوم میلاد کو عید کہنے پر استدلال کیا جاتا ہے' آپ وجہ استدلال بتائیں؟ کیا یہودی کا قول درست ہے؟ جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو اور روزہ نہ رکھتا ہو وہ میلاد شریف منا سکتا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ایک یہودی شخص نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن کریم) میں ایک آیت ہے جس کی تم تلاوت کرتے ہو، اگر وہ آیت ہم (یہودیوں) پر نازل ہوتی تو ہم اس کے یوم نزول کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: وہ یہ ہے کہ: آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے، میں نے اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کا انتخاب کر لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک ہم جانتے ہیں اس دن اور جگہ کو جس میں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تشریف فرما تھے اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔

(ب) حدیث اور ترجمہ الباب سے مطابقت:

کیا ایمان میں زیادتی و کمی ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے: الايمان لايزيد ولا ينقص یعنی ایمان زیادتی و نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ آپ کے نزدیک ایمان بسیط ہے جو تصدیق قلب کا نام ہے یعنی جمیع احکام الٰہیہ کو قبول کرنا اور ان پر پختہ یقین رکھنا جس میں نقص و زیادتی کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اگر اس میں زیادتی و نقص کو جائز رکھا جائے تو شک، وہم اور شبہ کا دروازہ کھل جائے گا جو کفر کا باعث بن سکتا ہے۔

جمہور محدثین کا نقطہ نظر ہے: الايمان يزيد و ينقص یعنی ایمان اضافہ و نقص کو قبول کرتا ہے، ان کے نزدیک ایمان بسیط نہیں بلکہ مرکب ہے یعنی ایمان تصدیق قلب اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے۔ لہٰذا جتنے اعمال زیادہ کرتے جائیں گے ایمان میں اضافہ ہوتا جائے گا اور اعمال خیر میں کمی کے سبب ایمان میں نقص کی صورت پیدا ہونا بھی یقینی ہے۔

اس تمہید کے بعد حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسب اس طرح ہے کہ امام

بخاری وغیرہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ ایمان مرکب ہے جو تصدیق قلب اور اعمال کا مجموعہ ہے۔ حدیث میں آیت قرآنی بیان کی گئی ہے اور تلاوت قرآن عمل ہے اور جمہور کے نزدیک اعمال میں اضافہ سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور ان میں کمی کے باعث ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(ب) جواز میلاد اور یوم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر استدلال:

یہاں اعتراض یہ ہے کہ جواز میلاد اور یوم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر استدلال ایک یہودی کے قول سے کیا گیا ہے، جو درست نہیں ہو سکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں استدلال یہودی کے قول سے ہرگز نہیں کیا گیا بلکہ قرآنی آیت، عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتہاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کیا گیا ہے۔ اس قرآنی آیت کی اہمیت تو عیاں ہے جس میں ہمارے لیے تکمیل دین اور دین اسلام کے انتخاب کی نوید سنائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اجتہاد کرتے ہوئے اسے ڈبل عید کا دن قرار دیا، ایک یوم عرفہ (یعنی حج) اور دوسرا یوم جمعہ ہونے کی وجہ سے۔ ہاں تکمیل قرآن اور (تمہارے لیے) دین اسلام کے انتخاب کو بھی یوم عید قرار دیا جائے تو مزید ایک یوم عید یعنی ایک دن میں تین عیدیں ثابت ہو جاتی ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی ایک کا یہودی کے قول سے ہرگز تعلق نہیں ہے۔

بے نمازی وغیرہ کا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا شرعی حکم:

سوال یہ ہے کہ بے نمازی شخص میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عمل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستحسن اور قابل اجر و ثواب ہے بشرطیکہ وہ غیر شرعی امور سے خالی ہو۔ باقی رہا یہ سوال کہ صوم وصلوٰۃ سے غافل شخص اس عمل خیر میں حصہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ وہ اس عمل خیر میں حصہ لے سکتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس عمل کی برکت سے وہ صرف صلوم وصلوٰۃ ہی نہیں بلکہ تمام احکام شرعی کا پابند بن جائے۔ اس طرح کے کئی انقلابی واقعات سامنے آچکے ہیں۔ تاہم ایسے شخص کو ایسے عمل خیر کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح و تربیت بھی کرنا چاہیے یعنی مریض کو نہیں ختم کرنا چاہیے بلکہ بذریعہ علاج مرض کا خاتمہ کرنا چاہئے۔

سوال 2: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسجد علی سبعة أعظم ولا یکف شعرا ولا ثوبا

(الف) ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة، ثم اذکر اعضاء السبعة؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ پھر سات اعضاء بتائیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے؟)

(ب) فصل اختلاف الآئمة فیما یجزئ السجود علیه من الأعضاء السبعة؟

(جن سات اعضاء پر سجدہ جائز ہو سکتا ہے، میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کیا جائے۔ بالوں اور کپڑے کو نہ سمیٹا جائے۔

سات اعضاء سجدہ:

اعضاء سجدہ سات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۲،۱) دونوں پاؤں (۴،۳) دونوں گھٹنے (۶،۵) دونوں ہاتھ (۸،۷) پیشانی مع بینی

(ب) اعضاء سجدہ میں اقوال فقہاء:

اعضاء سجدہ کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں فقہا کے مشہور دو اقوال ہیں:

قول اوّل:

یہ سات ہیں: (۲،۱) دونوں ہاتھ (۴،۳) دونوں پاؤں (۶،۵) دونوں گھٹنے (۸،۷) پیشانی مع بینی

قوال ثانی:

آٹھ اعضاء سجدہ ہیں: (۲،۱) دونوں ہاتھ۔ (۴،۳) دونوں پاؤں۔ (۶،۵) دونوں گھٹنے۔ (۷) پیشانی۔ مع بنی۔

سوال 3: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما أنا بشر وانه ياتينى الخصم فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض فاحسب أنه قد صدق وأقضى له بذلك فمن قضيت له بحق مسلم فانما هى قطعة من النار فليا خذها اوفليتر كها .

(الف) انقل الحديث الى الاريدية؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هل يمكن ان يقضى النبى صلى الله عليه وسلم على خلاف الواقع وقدأوتى علم الأولين والأخرين فما معنى قوله عليه السلام فاحسب أنه قد صدق وأقضى له بذلك؟

(کیا یہ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلاف واقع (غلط) فیصلہ کرسکیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّلین وآخرین سب علم عطا کیا گیا ہے؟ آپ کے ارشاد گرامی: ''فاحسب انه قد صدق واقضى له بذلك'' کا کیا مطلب ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محض بشر ہوں، میرے پاس مقدمہ آتا ہے، ممکن ہے کہ تم میں سے ایک شخص دوسرے سے زیادہ بلیغ ہو اور میں اسے سچا خیال کرتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ کردوں۔ جس مسلمان کے حق میں، میں ایسا فیصلہ کردوں تو وہ چیز آگ کا ایک انگارہ ہے وہ چاہے تو اسے پکڑے یا اسے چھوڑ دے۔

(ب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فیصلے برحق ہیں:

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ہوسکتا ہے؟ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے، جس کا کوئی صحیح العقیدہ شخص انکار نہیں کرسکتا کہ آپ کا کوئی فیصلہ بھی خلاف واقع نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ عمل نبوت ورسالت کی عظمت وشان کے خلاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول و نبی ہی نہیں ہیں بلکہ امام الانبیاء والمرسلین۔ بھی ہیں اور حبیب رب العلمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین وآخرین سب علوم وفنون سے نوازا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا ہر فعل اور عمل وحی خداوندی کے مطابق ہوتا تھا جبکہ وحی کا خلاف واقع یا غلط ہونا محال ہے اور آپ کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ہونا بھی محال ہے۔

''فاحسب انه قد صدق واقضى له بذالك'' کا مفہوم:

درحقیقت اس عبارت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف واقع فیصلہ کرسکتے ہیں بلکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت آنے والے قضاۃ اور ججز کے لیے ایک ضابطہ اخلاق بتادیا ہے کہ وہ کسی کی گفتگو، فصاحت وبلاغت اور چرب لسانی سے متؤثر ہوکر خلاف واقع یا غلط فیصلہ ہرگز نہ کریں ورنہ وہ چیز جس سے غیر کو منافع ہوسکتا ہو، وہ اس کے لیے آتش جہنم کا نگارہ ثابت ہوگی اور اس غلط فیصلے کے نتیجہ میں قاضی یا جج بھی عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے گا۔

(ج) مامعنى نفى علم الغيب عنه صلى الله عليه وسلم وهل هذاالحصر فى قوله ''انما انابشر'' حصر حقيقى او اضافى؟ عليك بالتوضيح .

(آپ کے علم غیب کی نفی کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد نبوی ''انما انابشر'' میں کون سا حصر مراد ہے؟)

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وسعت:

قرآن وسنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت بالتفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سکھادیا

جو آپ نہیں جانتے تھے"۔

۲-ارشاد ربانی ہے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ "اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری جو ہر چیز کو بیان کرتی ہے"۔

۳- عن حذيفة رضى الله عنه قال لقد خطبنا النبى صلى الله عليه وسلم خطبة ماترك فيها شيئا الى قيام الساعة الاذكر علمه من علمه وجهله من جهله الحديث ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعظ فرمایا جس میں تا قیامت پیش آنے والے تمام واقعات بیان فرمادیئے۔ جس شخص اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے بھلادیا، اس نے بھلادیا۔

۴- عن عمرو قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسيه من نسيه ۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ابتداء مخلوق سے لے کر انتہا تک حتیٰ کہ اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے تک اور اہل جہنم کے اپنے ٹھکانوں میں جانے تک سب کچھ بیان کردیا۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلادیا اس نے بھلادیا۔

علم غیب کی نفی کی وجہ اور حصر حقیقی مراد ہونا:

زیر بحث حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو محض بشر قرار دیتے ہوئے علم غیب کی نفی بھی کی ہے، اس سے مراد علم ذاتی کی نفی ہے یا عجز وانکسار مراد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی وسعت بھی قرآن وحدیث میں بالتفصیل بیان کی گئی ہے۔ جس کے چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:۔

۱-ارشاد خداوندی: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ "وہ عالم الغیب ہے، جو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جسے پسند کرے"۔

۲-اعلان قرآن ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اللہ کی شایانِ شان نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کرے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کا وہ انتخاب کر لیتا ہے۔

۳-ارشاد خداوندی: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۔ نبی غیب بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتا"۔

۴-عن ثوبان رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله زوى لى الارض فرأيت مشارقها و مغاربها ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

زیر بحث حدیث کے الفاظ "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ" سے مراد حصر حقیقی ہے، کیونکہ یہی شان نبوی کے لائق ہے' کیونکہ آپ تو حبیب خدا، امام المرسلین اور مبداء کائنات ہیں۔

سوال 4: عن ابن عمر قال لما فتح هذان المصران اتو اعمر فقالوا يا امير المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حد لاهل نجد قرنا وهو جور عن طريقنا وانا ان اردنا قرن شق علينا قال فانظروا حذوها من طريقكم فحد لهم ذات عرق ۔

(الف) انقل الحديث الى الاردية وبين ماهو المراد من "هذان المصران"؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ "ھٰذان المصران" سے کون سے شہر مراد ہیں؟)

(ب) بين ان ذات عرق صادت ميقاتا بتوقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ام باجتهاد عمر رضى الله عنه؟

(''ذات عرق'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمایا تھا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے مقرر ہوا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے (بطور میقات) قرن مقرر فرمایا تھا وہ ہمارے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔ اگر ہم قرن کا قصد کرتے ہیں تو ہمارے لیے پریشان کن ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے راستہ سے متصل کوئی جگہ تلاش کرو اور آپ نے ان کے لیے ''ذات عرق'' میقات مقرر کر دیا۔

''ھذان المصران '' سے مراد:

ان دنوں مصروں سے مراد ہے:

۱-وادی عراق

۲-شام (نجد)

(ب) اہل نجد کیلئے ''ذات عرق'' فاروقی اجتہاد سے ''میقات'' مقرر ہونا:

اہل نجد کے لیے میقات ''ذات عرق'' کیسے مقرر ہوا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے میقات ''قرن'' مقرر فرمایا تھا لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس خطہ کے لوگ حاضر ہوئے عرض گزار ہوئے: اے امیر المؤمنین! ہمارے لیے مقرر کردہ ''میقات'' ہمارے سیدھے راستہ سے ہٹا ہوا ہے اور ہمیں اس وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے ان کی خواہش کے مطابق اپنے اجتہاد سے ''ذات عرق'' میقات مقرر کر دیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اجتہاد بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ'' کے مطابق حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔

الاختيار السؤى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/**1216**ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح مسلم﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:١٠٠

الورقة الثانية: لصحيح مسلم

الملاحظه: السؤال الأول اجبارى ولك اخيار فى البواقى ان تجيب عن اثنين فقط

السؤال الأول: عن ابى رافع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استسلف من رجل بكرا فقدمت عليه ابل من ابل الصدقة فامر ابارافع ان يقضى الرجل بكره فرجع اليه ابو رافع فقال لم أجد فيها الاخيارا رباعيا فقال أعطه اياه ان خيار الناس أحسنهم قضاء .

(١)ترجم الحديث الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة؟(١٠)

(٢)اذكر مفصلا المسائل التى يمكن الاستنباط من الحديث المذكور؟ ١٠

(٣)فصل مذاهب الأئمة والعلماء رحمهم الله تعالىٰ فى جواز اقتراض الحيوان؟ ١٠

(٤)ان النبى صلى الله عليه وسلم كيف امر بالقضاء من ابل الصدقة والحال أن الناظر فى الصدقات لايجوز تبرعه منها؟ ١٠

السؤال الثانى: عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عنى خذوا عنى فقد جعل الله لهن سبيلا البكر

بالبكر جلد مائة ونفى سنة و الثيب بالثيب جلد مائة والرجم .

(۱)هل يجب نفى سنة حدا؟ بين هذه المسئلة فى ضوء أقوال الفقهاء الكرام مع دلائلهم؟ ۱۵

(۲)فصل الاختلاف فى جلد الثيب مع الرجم، ورجح مذهب الجمهود بالدليل مع الجواب عن هذا الحديث؟ ۱۵

السؤال الثالث:عن جابر بن سمرة رضى الله عنهما يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لايزال الاسلام عزيزالى اثنى عشر خليفة .

(۱) مامعنى الخلافة والامارة هل بينهما فرق أم لا؟ وبين هل يزيد بن معاوية معدود فى اثنى عشر خليفة أم لا؟ ۱۰

(۲) جاء فى الحديث الصحيح الخلافة بعدى ثلاثون سنة فما معنى هذا الحديث الشريف؟ ۱۰

(۳) استدل بعض الناس بهذا الحديث على امامة أئمة أهل البيت هل يصح استد لالهم؟أجب شافيا؟ ۱۰

السؤال الرابع:عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتسبوا أصحابى لاتسبوا أصحابى فوالذى نفسى بيده لو أن أحد كم أنفق مثل أحد ذهبا ماأدرك مدأحدهم ولا نصيفه .

(۱)شكل الحديث و ترجمه الى الأرية؟ ثم بين هل يطلق اسم الصحابى على الطفل الصغير الذى راه صلى الله عليه وسلم؟ ۱۵

(۲)اكتب مقالة مشتملة على فضل الصحابة ورد الروافض؟۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ دوم: صحیح مسلم﴾

سوال ۱: عن ابى رافع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استسلف من رجل بكرا فقدمت عليه ابل من ابل الصدقة فامر ابارافع ان يقضى الرجل بكره فرجع اليه ابو رافع فقال لم أجد فيها الأخيارا رباعيا فقال أعطه اياه ان خيار الناس أحسنهم قضاء .

(۱)ترجم الحديث الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کلمات کی وضاحت کریں؟)

(۲)اذكر مفصلا المسائل التى يمكن الاستنباط من الحديث المذكور؟

(اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل بیان کریں؟)

(۳)فصل مذاهب الأئمة والعلماء رحمهم الله تعالىٰ فى جواز اقتراض الحيوان؟

(جانوروں کو بطور قرض حاصل کرنے کے جواز میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۴)ان النبى صلى الله عليه وسلم كيف امر بالقضاء من ابل الصدقة والحال أن الناظر فى الصدقات لايجوز تبرعه منها؟

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹ سے قرض کی ادائیگی کا کیوں دیا حالانکہ صدقہ پر نگران بھی آپ کی طرف سے تعینات تھا جو اپنی ذمہ داری سے الگ نہیں ہو سکتا تھا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایک جوان جانور بطور قرض لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ کے اونٹ پیش کیے گئے تو آپ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو مذکورہ آدمی کا قرض ادا کرنے کے لیے جوان اونٹ دینے کا حکم دیا۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) ان اونٹوں میں صرف سات سال کے اونٹ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: یہی اسے دے دو، کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھے طریقے سے اپنا قرضہ ادا کرتے ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

اِسْتَسْلَفَ: صیغہ واحد مذکور غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ از باب استفعال، کوئی چیز ادھار لینا۔

بِکْرًا: واحد ہے اس کی جمع ابکار آتی ہے۔ والدین کا پہلا بچہ، جوان جانور، کنواری لڑکی یا کنوارا لڑکا۔

رَبَاعِیًا: وہ اونٹ جس کے سامنے والے دانت گر گئے ہوں، سات سال کا جانور

(ب) حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل:

زیر بحث حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل درج ذیل ہیں:

۱- کسی سے کوئی چیز بطور قرض لینا جائز ہے۔

۲- جانور بطور قرض (عاریۃ) لینا جائز ہے۔

۳- مقروض کا قرض کی واپسی کا اہتمام از خود کرنا چاہیے۔

۴- بطور عاریہ لی ہوئی چیز واپس نہ کرنے کی صورت میں اس سے عمدہ چیز لوٹانا۔

۵- مال و اسباب پر نگران ومحافظ مقرر کرنا جائز ہے۔

(ج) جانور بطور قرض حاصل کرنے کے شرعی حکم میں اقوال علماء:

حدیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ اجناس کی طرح جانور کو بطور قرض حاصل کرنا جائز

ہے لیکن یہاں قرض سے مراد عاریۃ حاصل کرنا ہے۔ مثلاً جانور کو بطور سواری حاصل کرنا۔ اس میں علماء کے مشہور دو اقوال ہیں:

۱- وہی جانور بغیر نقصان کے مالک کو واپس کیا جائے۔

۲- اگر وہی جانور واپس کرنا ممکن نہ ہو تو متبادل اور اس سے عمدہ جانور واپس کیا جائے۔

(د) نگران کے فرائض میں تصرف کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو جانور پر نگران ومحافظ مقرر فرمایا گیا تھا، پھر صدقہ کے اونٹ آنے پر اسے قرضہ یعنی بطور عاریہ لیے ہوئے جانور کا متبادل اور عمدہ اونٹ واپس کرنے کا حکم دینا اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے اس پر عمل کرنے سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہے بلکہ عین فرض کی ادائیگی ہے۔ اس لیے پہلا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور دوسرا حکم بھی آپ کا ہی ہے۔ لہٰذا دوسرے حکم کو ناسخ اور پہلے کو منسوخ قرار دیا جائے۔

سوال 2: عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عنى خذوا عنى فقد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة ونفى سنة و الثيب بالثيب جلد مائة والرجم ۔

(۱) هل يجب نفى سنة حدا؟ بين هذه المسئلة فى ضوء أقوال الفقهاء الكرام مع دلائلهم؟

(کیا ایک سال تک جلاوطن کرنا حد میں شامل ہے؟ یہ مسئلہ فقہاء کے اقوال کی روشنی میں بیان کریں؟)

(۲) فصل الاختلاف فى جلد الثيب مع الرجم، ورجح مذهب الجمهور بالدليل مع الجواب عن هذا الحديث؟

(شادی شدہ آدمی کو رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا کی تفصیل بیان کریں؟ جمہور کے

مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے اس حدیث کا جواب لکھیں؟)

جواب: (الف) جلاوطن کرنا کوڑوں کی حد کا حصہ ہونے میں اقوال فقہاء:

جب کنوارا مرد اور کنواری عورت زنا کا ارتکاب کریں تو حدیث میں ان کی سزا یہ مقرر کی گئی ہے کہ ایک سال جلاوطن کرنا اور ایک سو کوڑے مارنا۔ سوال یہ ہے کہ کیا جلاء وطن کرنا بھی حد کا حصہ ہے یا نہیں؟ اس میں فقہار کے دو اقوال ہیں:

۱- بعض فقہاء کے نزدیک جلاوطن کرنا، حد کا حصہ ہے یعنی دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۲- اکثر فقہاء کے نزدیک جلاوطن کرنا، حد کا حصہ نہیں ہے بلکہ امیر وقت یا قاضی یہ سزا اپنی صواب دید کے مطابق دے سکتا ہے اور معاف بھی کرسکتا ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔

(ب) رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا میں مذاہب فقہاء:

جب شادی شدہ مرد اور عورت زنا کا ارتکاب کریں، تو کیا انہیں کوڑوں اور رجم دونوں سزائیں دی جائیں گی یا صرف رجم کی سزا دی جائے گی؟ اس مسئلہ میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے؟

۱- بعض فقہاء کا مؤقف ہے کہ کوڑوں کی سزا، حد کا حصہ ہے۔ لہٰذا یہ دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں دونوں سزاؤں کی صراحت ہے۔

۲- جمہور فقہاء کرام کے نزدیک کوڑوں کی سزا، حد کا حصہ نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں سزائیں نہیں دی جائیں گی۔ انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے جو منسوخ التلاوت اور محفوظ الحکم ہے یعنی شادی شدہ مرد وزن کے زنا کرنے کی صورت میں دونوں کو رجم کیا جائے گا۔ حدیث ماعز سے بھی رجم کرنے کی سزا کا ثبوت ملتا ہے۔ جمہور کی طرف سے زیر بحث حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نص قطعی اور خبر واحد کا جب مقابلہ ہو جائے تو نص قطعی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا نص قطعی پر عمل کرتے ہوئے زیر بحث حدیث ترک کردیں گے۔

سوال 3: عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنهما یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایزال الاسلام عزیزالی اثنی عشر خلیفة ۔

(۱) مامعنی الخلافة والامارة هل بینهما فرق أم لا؟ وبین هل یزید بن معاویة معدود فی اثنی عشر خلیفة أم لا؟

(خلافت اور امارت کا کیا معنیٰ ہے اور دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ یزید بن معاویہ بارہ خلفاء میں شامل ہے یا نہیں؟)

(۲) جاء فی الحدیث الصحیح الخلافة بعدی ثلاثون سنة فما معنی هذا الحدیث الشریف؟

(حدیث میں ہے کہ "میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی" اس کا کیا مفہوم ہے؟)

(۳) استدل بعض الناس بهذا الحدیث علی امامة أئمة أهل البیت هل یصح استد لالهم؟أجب شافیا؟

(کچھ لوگوں نے اس حدیث سے آئمہ اہل بیت کے لیے استدلال کیا ہے' کیا یہ درست ہے؟ اس کا شافی جواب لکھیں؟)

جواب: (الف) خلافت وامارت کا معنی اور ان دونوں میں فرق:

خلافت کا معنی ہے: امامت، امارت اور جانشینی۔

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق خلافت کا معنی ہے: ایک شخص کا دوسرے آدمی کا قائمقام ہونا۔ اس کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں:

(i) اصل آدمی کی غیر موجودگی میں دوسرے کا قائمقام ہونا۔

(ii) اصل آدمی کی وفات کے بعد دوسرے کا قائمقام ہونا۔

(iii) اصل آدمی کے قاصر آنے پر دوسرے کا قائمقام ہونا۔

(iv) اصل کا دوسرے کو اپنی نیابت سے نوازنے کے لیے اپنا قائمقام بنانا۔

فائدہ: خلافت و امارت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور دونوں میں کوئی امتیاز و فرق نہیں ہے۔ دونوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہے۔

یزید بن معاویہ کا شمار بارہ خلفاء میں:

کیا یزید بن معاویہ کا شمار بارہ خلفاء میں ہوتا ہے یا نہیں؟ یزید بن معاویہ کا شمار بارہ خلفاء میں ہوتا ہے لیکن وہ خلیفہ برحق نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مظالم و زیادتیوں کی داستانیں کائنات میں مشہور و معروف ہیں۔

(ب) بارہ خلفاء اور تیس سال کی روایات میں تعارض کا جواب:

زیر بحث حدیث میں بارہ خلفاء کا تذکرہ ہے، جن کے دور میں اسلام باسلامت و باوقار رہنے کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں تیس سالہ دورِ خلافت قرار دیا گیا ہے، جس میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سمیت صرف پانچ خلفاء بنتے ہیں۔ اس طرح دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایات کا محمل و محل الگ الگ ہے۔ جس روایت میں بارہ خلفاء کے زمانہ میں اسلام کے باوقار و باسلامت رہنے کا ذکر ہے۔ اس سے مطلق خلافت مراد ہے وہ خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو یا نہ ہو مگر اس میں غلبہ اسلام ضرور ہو۔ تیس سال تک خلافت والی روایت سے خاص خلافت مراد ہے جو خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو خواہ اس میں غلبہ اسلام ہو یا نہ ہو۔

(ج) آئمہ بیت کی امامت پر استدلال کا بطلان اور بارہ خلفاء کی تفصیل و تعیین:

بارہ خلفاء کی تفصیل و تعیین کے حوالے سے مشہور دو اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

قول اوّل:

وہ بارہ خلفاء مراد ہیں جن کے دور میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا، ان کی باقاعدہ بیعت کی گئی، لوگ متحد و متفق رہے اور ان کی حکومت تسلیم بھی کی گئی۔ ان بارہ خلفاء کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت صدیق اکبر۔ (۲) حضرت فاروق اعظم۔ (۳) حضرت عثمان۔
(۴) حضرت علی۔ (۵) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۶) یزید بن معاویہ۔
(۷) عبدالملک بن مروان۔ (۸) ولید بن عبدالملک۔ (۹) سلمان بن عبدالملک۔
(۱۰) طمر بن عبدالعزیز۔ (۱۱) یزید بن عبدالملک۔ (۱۲) ولید بن یزید بن عبدالملک۔

فائدہ: جب ولید بن یزید بن عبدالملک چار سال حکومت کر چکے تو انہیں قتل کر دیا گیا پھر فتنوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

قول دوم:

وہ بارہ خلفاء مراد ہیں جو عادل، صاحب تقویٰ اور انصاف پسند تھے خواہ ان کا زمانہ متصل نہ ہو بلکہ انقطاع کے ساتھ ہو۔ ان بارہ خلفاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت صدیق اکبر۔ (۲) حضرت عمر۔ (۳) حضرت عثمان۔ (۴) حضرت علی۔ (۵) حضرت حسن۔ (۶) حضرت امیر معاویہ۔ (۷) حضرت عبداللہ بن زبیر۔ (۸) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما۔ (۹) مہدی عباسی۔ (۱۰) طاہر عباسی۔ (۱۱، ۱۲) دو خلفاء ابھی نہیں آئے۔

پہلے قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ لوگوں نے اہل بیت کے قاتل اور باغی یزید بن معاویہ کو خلفاء میں شمار کر دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے تاریخی طور پر تمام خلفاء کو شمار کیا ہے خواہ وہ برحق ہیں یا برحق نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بن معاویہ خلیفہ تو تھا لیکن برحق نہیں تھا۔

سوال 4: عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتسبوا أصحابی لاتسبّوا أصحابی فوالذی نفسی بيده لو أن أحد كم أنفق مثل أحد ذهبا ماأدرك مدأحدهم ولا نصيفه .

(۱) شکل الحدیث و ترجمہ الی الأرية؟ ثم بين هل يطلق اسم الصحابی علی الطفل الصغير الذی راه صلی الله عليه وسلم ؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ کیا اس چھوٹے بچے پر صحابی کا اطلاق ہوسکتا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو؟)

(۲) اکتب مقالة مشتملة علی فضل الصحابة ورد الروافض؟

(فضائل صحابہ اور ردّ روافض کے حوالہ سے مضمون سپرد کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، تم میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے وہ ان کے ایک مٹھی جو (جنس) یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

بچے پر صحابی کا اطلاق:

بلاشبہ مسلمان والدین کا وہ خوش قسمت بچہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہو، وہ صحابی ہے، کیونکہ درجہ صحابیت پر فائز ہونے کے لیے بلوغت شرط نہیں ہے۔

(ب) فضائل صحابہ کرام اور ردّ روافض پر مضمون:

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور رد روافض پر مختصر مگر جامع مضمون درج ذیل ہے:

(i) فضائل صحابہ بزبان قرآن:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند دلائل درج ذیل ہے:

۱ – مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کافروں پر سخت اور آپس میں نہایت نرم دل ہیں۔

۲ – رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

۳ – وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ اور جس شخص نے ہدایت واضح ہونے کے بعد نبی کو اذیت دی اور مومنوں کے علاوہ راستہ اختیار کیا، اس کے لیے عذاب ہے۔

ان روایات میں فضیلت صحابہ بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہے۔ سبیل المؤمنین سے مراد ''صحابہ'' کا راستہ ہے۔

(ii) فضائل صحابہ بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تفصیل سے فضائل صحابہ بیان کیے گئے ہیں۔ اس بارے میں چند احادیث مبارک درج ذیل ہیں:

۱ – خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ۔ میری امت کا بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے لوگوں کا اور پھر بعد میں آنے والے لوگوں کا۔

۲ – اکرموا اصحابی فانهم خیارکم ثم الذین یلو نهم ثم الذین یلونهم ۔ تم میرے صحابہ کا احترام کرو، کیونکہ وہ تم سے بہتر لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔

۳ – لاتمس النار مسلما رأنی اور رأنی من رأنی ۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

۴ – الله الله فی اصحابی، الله الله فی اصحابی لاتتخذوا غرضا من بعدی ۔ فمن احبهم فحبی احبهم ومن ابغضهم فبغضی ابغضهم ومن اذاهم

فقدا ذانی ومن اذانی فقداذی الله ومن اذی الله فیوشك ان یأخذه . تم میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا۔ جس شخص نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ جس شخص نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت تو وہ جلد اللہ کی گرفت میں ہوگا۔

۵-مثل اصحابی فی امتی کا لملح فی الطعام لایصلح الطعام الابالملح . میری امت میں میرے صحابہ کی مثال وہی ہے جو کھانے میں نمک کی ہے اور کھانا نمک کے بغیر مزیدار نہیں ہوتا۔

۶- مامن احد من اصحابی یموت بارض الابعث قائد اونورالهم یوم القیامة . میرا صحابی جس جگہ بھی انتقال کرے گا وہ وہاں سے قائد کی حیثیت سے اٹھے گا اور قیامت کے دن اس کے پاس نور ہوگا۔

۷- اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولو العنة الله علی شر کم . جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو تم یوں کہو: تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۸- اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم . میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو کے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

ان روایات واحادیث مبارکہ میں عظمت وفضیلت صحابہ کے جہاں فضائل وکمالات بیان کیے گئے ہیں وہاں ان کے مخالفین کی مذمت وشقاوت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(iii) ردّ روافض:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت قابل احترام ہستیاں ہیں، ان کا ادب واحترام امت پر فرض ہے لیکن کچھ لوگ ان کی شان کے خلاف زبان طعن دراز کرتے نہیں تھکتے۔ حتیٰ کہ وہ ان پر سب وشتم سے بھی باز نہیں آتے۔ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زیادہ سب وشتم کرتے ہیں۔ ایسی حرکات کا مرتکب گروہ ''روافض'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے عقائد وافکار نہایت غلیظ اور قابل نفرت ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

الاختيار السوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/1216ء

﴿الورقة الثالثة: لجامع الترمذى﴾

الوقت المحدد: ثلٰث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: السوال الأخير اجبارى وأجب عن اثنين فقط من البواقى

السؤال الأول: عن على رضى اللّٰه عنه قال الوتر ليس بحتم كصلاتكم المكتوبة ولكن سن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله وتر يحب الوترفأوتروايا أهل القراٰن.

(۱) ترجم الحديث الى اللغة الأردية؟ ۵

(۲) اذكر الاختلاف بين الائمة فى وجوب الوتر و عدم وجوبه مع دلائلهم؟ ۱۴

(۳) فصل الاختلاف بين الائمة فى عدد ركعات الوتر ورجح مذهب الامام الأعظم رحمه الله تعالٰى بالدلائل؟ ۱۴

السؤال الثانى: ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حلقت قبل أن أذبح فقال اذبح ولا حرج وسأله اٰخر فقال نحرت قبل أن أرمى قال ارم ولا حرج

(۱) بين مفهوم الحديث؟ ۵

(۲) اذكر الاختلاف بين الائمة فى وجوب الترتيب و سنته مع دلائلهم؟ ۱۴

(۳) اكتب وجوه ترجيح الاحناف فى وجوب الترتيب و وجوب الدم فى تركه؟ ۴

السؤال الثالث: عن أبى وائل أن عليا رضى الله عنه قال لأبى الهياج الأسدى ابعثك على مابعثنى النبى صلى الله عليه وسلم ان لاتدع قبر امشرفا الا سويه ولاتمثالا الاطمسته؟

(۱) انقل الحديث الى الأردية و بين المراد بالقبر المشرف الذى حكمه التسوية؟ ۵

(۲) من هم الذين بعث على رضى الله عنه الى تسوية قبور هم أهم المشركون أم مسلمون؟ ۱۴

(۳) ما حكم القبور المرتفعة للأولياء و العلماء؟ و ما حكم الأبينة على قبور الصلحاء؟ ۱۴

السؤال الرابع: عن ابن عباس رضى الله عنهما قال انما كالت المتعة فى أول الاسلام كان الرجل يقدم البلدليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر مايرى أنه يقيم فتحفظ له متاعا و تصلح له شيئه حتى اذا نزلت الأية الا على أزواجهم أو ما ملكت أيما نهم؟

(۱) شكل الحديث ثم انقله الى الاردية؟ ۱۰

(۲) مالفرق بين نكاح المتعة و نكاح المؤقت؟ ۱۰

(۳) فصل مذهب أهل السنة والجماعة و أهل التشيع فى جواز المتعة و عدم جواز ها مع دلائلهم؟ ۱۴

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ سوم: جامع ترمذی﴾

سوال: عن علی رضی اللہ عنہ قال الوتر لیس بحتم کصلاتکم المکتوبة ولکن سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وتر یجب الوتر فأوتروایا أھل القرآن ۔

(۱) ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) اذکر الاختلاف بین الائمة فی وجوب الوتر و عدم وجوبه مع دلائلهم؟

(وتر کے وجوب یا عدم وجوب کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۳) فصل الاختلاف بین الائمة فی عدد رکعات الوتر ورجح مذهب الامام الأعظم رحمه اللہ تعالٰی بالدلائل؟

(نماز وتر کی تعداد رکعات کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالٰی کے مذہب کو دلائل سے ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: تمہاری فرض نماز کی طرح وتر قطعی نہیں ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ وتر (طاق) ہے اور وتر (طاق چیز) کو پسند کرتا ہے۔ پس اے اہل قرآن! تم (نماز) وتر ادا کیا کرو۔

(ب) وجوب وتر یا عدم وجوب میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز وتر واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا مؤقف ہے کہ وتر واجب ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الوتر واجب علی کل مسلم "حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر ہر مسلمان پر واجب ہے"۔

(ii) زیر بحث حدیث بھی آپ کی دلیل ہے۔

(iii) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مرفوعا: من نام عن الوتر اونسیه فلیصل اذاذکرا واذا استیقظ ۔ "حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: جو شخص نماز وتر سے سو جائے یا بھول جائے جب اسے یاد آ جائے یا وہ بیدار ہو تو پڑھ لے"۔

۲- حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحہم اللہ تعالٰی کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) عن عبادة بن الصامت رضی اللہ مرفوعًا: ان اللہ کتب علیکم فی کل یوم ولیلة خمس صلوات "حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: بیشک اللہ تعالٰی نے تم پر ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں"۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے پانچ نمازوں کا ذکر کیا تو اس نے عرض کیا: هَلْ عَلَیَّ غَیْرُهُنَّ ؟ کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی واجب الادا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِلَّا تَطَوَّعَ (مشکوۃ ص ۱۳)

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

اوّل: پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہم وتر کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

دوم: دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ نماز وتر نماز عشاء کے تابع ہے، لہٰذا اسے الگ سے نہیں پڑھ سکتے۔

(ج) وتر کی تعداد رکعات میں مذاہب آئمہ:

وجوب وعدم وجوب وتر کی طرح نماز وتر کی تعداد رکعات میں بھی آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر تین رکعات ادا فرماتے تھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: ثم اوتر بثلاث۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر ایک رکعت سے لے کر نو رکعات تک جائز ہیں جبکہ تین رکعات دو سلاموں کے ساتھ افضل ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ویوتر بواحدة

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

الوتر رکعة من اخر اللیل (مشکوٰۃ ص ۱۰۵) رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت وتر ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

یوں دیا جاتا ہے:

اوّل: یہ روایت ابتداء اسلام پر محمول ہے، جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔

دوم: ہماری روایت قوی ہے، جو معمول بہ بنانے کے زیادہ لائق ہے۔

سوال 2: ان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حلقت قبل أن أذبح فقال اذبح ولا حرج وسأله اٰخر فقال نحرت قبل أن أرمی قال ارم ولا حرج

(۱) بین مفہوم الحدیث؟

(حدیث کا مفہوم بیان کریں؟)

(۲) اذکر الاختلاف بین الائمة فی وجوب الترتیب و سنته مع دلائلهم؟

(ارکان حج میں وجوب ترتیب یا اس کے مسنون ہونے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(۳) اکتب وجوہ ترجیح الاحناف فی وجوب الترتیب و وجوب الدم فی ترکه؟

(وجوب ترتیب اور اس کے ترک پر وجوب دم کے حوالے سے احناف کے مذہب کو ترجیح حاصل ہونے کی وجوہات سپردِ قلم کریں؟)

جواب: (الف) مفہوم حدیث:

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر تشریف فرما تھے اور لوگوں کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: میں نے لاعلمی کی بنا پر قربانی کرنے سے قبل اپنا سر مونڈ والیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اب قربانی کرلو، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ دوسرے صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے شیطان کو کنکریاں مارنے سے پہلے بھول کر قربانی کرلی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم اب

شیطان کو کنکریاں مار لو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وقوف عرفات حج کا رکن اعظم ہے، جب وہ پورا کرلیا ہے تو باقی ارکان میں کمی کوتاہی یا تقدیم تاخیر ہونے سے حج پورا ہو جاتا ہے اور اس نقص کی وجہ سے وجود حج کی نفی نہیں ہوسکتی۔ تاہم ارکان و مناسک کی تقدیم و تاخیر سے اجر و ثواب میں کمی ضرور آجاتی ہے۔

(ب) مناسک حج کی ترتیب کے وجوب یا مسنون ہونے میں مذاہب آئمہ:

دسویں ذوالحجہ کے مناسک حج کی ترتیب یوں ہے: جمرہ کبریٰ کو کنکریاں مارنا، قران یا تمتع کی صورت میں قربانی کرنا اور بعدازاں سر منڈوانا۔

سوال یہ ہے کہ مناسک وارکان حج کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہے یا سنت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مناسک حج کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہے اور ان میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے دم لازم آتا ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جس شخص نے مناسک حج کی ادائیگی میں تقدیم وتاخیر کردی تو اس پر ضروری ہے کہ وہ ایک جانور کا خون بہائے۔

(ii) حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص ذبح سے قبل اپنا سر منڈوالیتا ہے تو اس پر خون بہانا ضروری ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۔ یعنی ”جب تک قربانی اپنی جگہ تک نہ پہنچ جائے تو تم اپنے سر نہ منڈاؤ“۔

(iii) سوال کرنا، مناسک کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہونے کا قرینہ ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترتیب سنت ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت سے ”لاحرج“ کے الفاظ موجود ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) لاحرج بمعنی لامعصیۃ ہے۔

(۲) سوال کرنا، اس کی ترتیب کے وجوب کی طرف اشارہ ہے۔

(ج) امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو ترجیح حاصل ہونے کی وجوہات:

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے مقابل حضرت امام ابواعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو ترجیح حاصل ہونے کی وجوہ درج ذیل ہیں:

۱- یہ مسلک قوی دلائل و براہین سے مزین ہے۔

۲- یہ مسلک حقیقت کے قریب تر ہے۔

۳- یہ مسلک زیر بحث حدیث سے بھی ثابت ہے۔

۴- صحابی کی طرف سے سوال کرنا بھی اس کے لزوم کا تقاضا کرتا ہے۔

سوال 3: عن أبی وائل أن علیا رضی الله عنه قال لأبی الهیاج الأسدی ابعثك علی مابعثنی النبی صلی الله علیه وسلم ان لاتدع قبرا مشرفا الا سویته و لاتمثالا الاطمسته ۔

(۱) انقل الحدیث الی الأردیة و بین المراد بالقبر المشرف الذی حکمه التسویة؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ نیز جس قبر کو برابر کرنے کا حکم ہے، وہ کون سی قبر ہے؟)

(۲) من هم الذین بعث علی رضی الله عنه الی تسویة قبور هم أهم المشرکون أم مسلمون؟

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبور مشرکین برابر کرنے کا حکم ہوا تھا یا مسلمانوں کی قبور کا؟)

(۳)ما حکم القبور المرتفعة للأولیاء و العلماء؟ و ما حکم الأبنیة علی قبور الصلحاء؟

(اولیاء اور علماء کی قبور کو بلند رکھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز صالحین کی قبور پر عمارت بنانے کا کیا حکم ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہیاج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں تجھے ایسے کام کے لیے روانہ کرتا ہوں جس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روانہ فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے کہ تم ہر بلند قبر کو مساوی کر دو اور تم ہر تصویر کو مٹا دو''۔

(ب) جس قبر کے برابر کرنے کا حکم دیا گیا:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ خوش قسمت نفوس تھے جن کی موجودگی میں قرآن اترا اور انہوں نے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و تربیت کی دولت حاصل کی۔ وہ ہر معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کرتے اور ہر کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مطابق انجام دیتے تھے۔ وہ لوگ پیدائش سے لے کر وفات تک تمام معاملات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق کرتے تھے۔ جب وہ اپنے پیاروں کی قبور کی بلندی یا پستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق رکھتے تھے، تو پھر انہیں گرانے یا برابر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ درحقیقت جن قبور کو برابر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ مشرکین کی قبور تھیں۔ جن کو وہ بلند و بالا بناتے، ان کی تعظیم و ترقیر کرتے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔

(ج) اولیاء، صالحین اور علماء کی قبور و مزارات کا حکم:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہر دور میں اولیاء، صالحین اور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر گنبد بنائے گئے، کیونکہ یہ مزارات شعائر اسلام میں شمار ہوتے ہیں اور

ان کا احترام ضروری ہے۔ ان کا جواز اجماع امت سے ثابت ہے اور اجماع امت ادلہ اربعہ میں ایک شرعی دلیل تسلیم کی گئی ہے۔

آج ہم دنیا بھر میں مزارات اولیاء و صالحین اور علماء پر گنبد دیکھتے ہیں مثلاً روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ برصغیر میں حضرت داتا گنج بخش لاہوری، خواجہ معین الدین چشتی، حضرت پیر مکی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں' حضرت عبداللہ شاہ غازی، حضرت خواجہ رکن عالم، حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت سید بلھے شاہ قصوری اور حضرت سید وارث شاہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر گنبد موجود ہیں۔

جن روایات میں تعمیر گنبد یا عمارت بنانے کی ممانعت وارد ہے، وہ بلاضرورت و فضول عمارت بنانے پر محمول ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزارات پر گنبد بنانے کو جائز قرار دیا ہے یا یہ روایات اس پر محمول ہیں کہ عین قبر کو ہموار کر کے اس کے اوپر عمارت بنائی جائے یا بلاضرورت قبور پر لکھا جائے یا چونا پھیرا جائے۔ تاہم اگر قبر کے اطراف میں چار دیواری بنائی جائے یا سرہانے کی طرف کتبہ لگایا جائے یا زائرین کی سہولت کے لیے چار دیواری پر چھت ڈالی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال 4: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا کَانَتِ الْمُتْعَةُ فِیْ أَوَّلِ الْاِسْلَامِ کَانَ الرَّجُلُ یَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَیْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَیَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا یَرٰی أَنَّهٗ یُقِیْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعًا وَّ تُصْلِحُ لَهٗ شَیْئَهٗ حَتّٰی اِذَا اَنْزَلَتِ الْاٰیَةُ اِلَّا عَلٰی أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَکَتْ أَیْمَانُهُمْ ۔

(۱)شکل الحدیث ثم انقله الی الاردیة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲)ماالفرق بین نکاح المتعة و نکاح المؤقت؟

(نکاح متعہ اور نکاح مؤقت کے درمیان کیا فرق ہے؟)

(۳)فصل مذهب أهل السنة والجماعة و أهل التشیع فی جواز

المتعة و عدم جواز ها مع دلائلهم؟

(اہل سنت اور اہل تشیع کے مہب میں جواز متعہ یا عدم جواز متعہ کی تفصیل مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اُردو ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”متعہ ابتدا اسلام میں جائز تھا، جب کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی واقفیت نہ ہوتی تو وہ جتنی مدت کسی شہر میں اقامت کرتا اتنی مدت تک کسی عورت سے نکاح کر لیتا تھا، تاکہ وہ عورت اس کے اموال و اسباب کی حفاظت کرے۔ حتیٰ کہ یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنی کنیزوں سے جماع کر سکتے ہیں“۔

(ب) نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں فرق:

نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں کئی اعتبار سے فرق ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- نکاح شرعی میں دو گواہ ہوتے ہیں جبکہ متعہ میں دو گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲- نکاح مؤقت میں لفظ ”نکاح“ بولا جاتا ہے اور متعہ کے لیے لفظ ”استمتاع“ متعہ استعمال کیا جاتا ہے۔

۳- نکاح مؤقت میں شوہر کے ذمہ مہر، نفقہ، سکنیٰ، میراث اور دیگر امور جاری ہوتے ہیں جبکہ متعہ میں جاری نہیں ہوتے۔

(ج) متعہ کے جواز و عدم جواز میں مذہب اہل سنت و اہل تشیع:

کیا متعہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل سنت اور اہل تشیع میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- متعہ کا مطلب ہے کہ مقررہ مدت تک عوض و معاوضہ دے کر نکاح کرنا اور زوجین کا

باہم خواہشات کی تکمیل کر کے علیحدگی اختیار کر لینا۔ اس بارے میں اہل سنت کا مؤقف ہے کہ ابتداء اسلام میں یہ جائز تھا لیکن بعد میں اس کی ممانعت کر دی گئی۔ اب ہمارے لیے نکاح تو جائز ہے لیکن متعہ جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں اُن سے نکاح کرو، دو سے، تین سے یا چار سے۔ پس اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا خوف ہو، تو ایک عورت یا لونڈیاں تمہارے لیے کافی ہیں“۔

(ii) زیر بحث حدیث میں صراحت ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں جائز تھا لیکن بعد میں منسوخ قرار دیا گیا تھا۔ اب اہل سنت کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

۲- اہل تشیع کے نزدیک متعہ جائز ہے بلکہ باعث اجر و ثواب ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) شیخ کلبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: متعہ کے حوالے سے قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی:

تم نے عورتوں سے جو متعہ کیا تو انہیں اس کا معاوضہ دو۔ اگر معاوضہ مقرر کرنے کے بعد تم کسی مقدار ادا کرنے پر رضامند ہو جاؤ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(ii) بعض قراءتوں میں: ارشاد قرآن: ”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ“ کے بعد یوں بھی پڑھا گیا ہے: اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى، تو اس کا مفہوم یوں ہوا، جن عورتوں سے تم نے مقررہ مدت تک استفادہ کیا، انہیں اس کی اجرت فراہم کر دو۔

اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع کے ان دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ غلبہ شہوت والے شخص کے علاج کے دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں: (۱) وہ کنیزوں سے نکاح کرے۔ (۲) وہ تجرد و ضبط نفس کا طریقہ اختیار کرے۔

۲- دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ارشاد: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ " کے بعد "اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی " کے الفاظ مقدر مان کر اس سے استدلال بر جواز متعہ تب درست ہو سکتا ہے کہ ان الفاظ کو قرآن کریم کا جز تسلیم کیا جائے۔ حالانکہ یہ قرآن کا جز ہر گز نہیں ہیں۔ اس طرح اس سے استدلال بھی درست نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/**1216**ء

﴿الورقة الرابعة: لسنن أبى داؤد آثار السنن﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: عليك أن تجيب عن اثنين من كل قسم

القسم الأول...... لسنن أبى داؤد

السؤال الأول: عن عبدالله بن عمر وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للغازى أجره وللجاعل أجره و أجر الغازى

(۱) فصل الاختلاف بين الائمة فى المسئلة المذكورة فى الحديث مع دلائلهم؟ ۱۵

(۲) ما المراد بالجاعل؟ ولم جعل الشارع عليه الصلوٰة والسلام له أجرين وللغازى أجرا واحدا؟ ۱۰

السؤال الثانى: أنبأنا مختف بن سليم قال ونحن و قوف مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفات قال قال يا أيها الناس ان على اهل كل بيت فى كل عام اضحية وعتيرة أتدرون ماالعتيرة هذه التى يقول الناس الرجبية

(۱) بين الاختلاف فى وجوب الاضحية وعدمه بين الامام أبى حنيفة والامام الشافعى رحمهما الله تعالىٰ مع دلائلهما؟ ۱۵

(۲) هل الأضحية الواحدة تكفى عن أصحاب البيت كله أم لا؟ ان قلت لا، فاذكر الوجه والجواب عن الحديث المذكور؟ ۱۰

السؤال الثالث: عن أبى سعيد الخدرى أن أهل قريظة لما نزلوا على حكم سعد أرسل اليه النبى صلى الله عليه وسلم فجاء على حمار أقمر فقال النبى صلى الله عليه وسلم قوموا الى سيد كم أو الى خير كم فجاء حتى فعد الى رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔

(۱) فصل الاختلاف فى جواز قيام التعظيم و عدم جوازه فى ضوء الحديث؟ ۱۵

(۲) اذكر الدلائل على جواز قيام التعظيم مع الجواب عن الاحاديث التى ورد فيها النهى؟ ۱۰

القسم الثانى...... لآثار السنن

السؤال الرابع: عن البراء رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابأس ببول ماأكل لحمه ۔

(۱) بين اختلاف الائمة فى حكم بول مايؤكل لحمه مع دلائلهم؟ (۱۰)

(۲) اذكر أجوبة الأحناف عن حديث العرنيين؟ ۱۵

السؤال الخامس: عن أنس رضى الله عنه قال ذكروا النار والناقوس فذكرو اليهود و النصارى فامر بلال أن يشفع الأذان وأن يوتر الاقامة

(۱) ترجم الحديث الى الأردية و بين معنى الأذان لغة و اصطلاحا؟ (۱۰)

(۲) ماحكم الشرعى للأذان عند الفقهاء الكرام؟ فصل أقوالهم بالدلائل ۱۵

السؤال السادس: عن حذيفة رضى الله عنه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فركع فقال فى ركوعه سبحان ربى العظيم وفى سجوده سبحان ربى الأعلى ۔

(۱) ماحكم التسبيح فى الركوع والسجود عندالائمة العظام رحمهم الله تعالیٰ؟ ۱۰

(۲) الفاظ التسبيح للركوع والسجود مخصوص أم لا؟ بين اختلاف الائمة فى هذه المسئلة؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ چہارم: سنن ابی داؤد وآثار سنن﴾

قسم اوّل: سنن ابی داؤد

سوال 1: عن عبداللہ بن عمر وأن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للغازی أجره وللجاعل أجره و أجر الغازی

(۱) فصل الاختلاف بین الائمة فی المسئلة المذکورة فی الحدیث مع دلائلھم؟

(مذکورہ مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف مع دلائل بیان کریں؟)

(۲) ما المراد بالجاعل؟ ولم جعل الشارع علیہ الصلوٰة والسلام لہ أجرین وللغازی أجرا واحدا؟

(جاعل سے کیا مراد ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دوگنا اجر اور غازی کے لیے ایک اجر کا حقدار کیوں قرار دیا؟)

جواب: (الف) حدیث میں مذکور مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

کیا اجر وثواب کی نیت سے جہاد کرنا یا سواری پیش کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اپنے آپ کو جہاد کے لیے اجرت کے عوض پیش کرنا مکروہ ہے۔ تاہم لوگوں (مسلمان مجاہدین) کو ضعف و کمزوری کی وجہ سے ضرورت ہو تو جائز ہے۔ ایسی صورت میں مسلمان باہم مالی معاونت بھی کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے مؤقف پر صحیح بخاری کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میں جہاد میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے مال سے کچھ معاونت کروں۔ میں نے عرض کیا: ''حضور! میرے پاس کافی دولت موجود ہے۔ انہوں نے فرمایا: تمہارا مال تمہیں مبارک ہو لیکن میں تو اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا کچھ مال جہاد کے لیے خرچ ہو جائے''۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اجرت پر جہاد کرنا اور سواری فراہم کرنا مکروہ ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اجرت کے عوض جہاد جائز نہیں ہے۔ اگر اس کا نام جہاد ہے تو میں اسے مسترد کرتا ہوں۔ وہ اپنے نقطہ نظر پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے، جو ایک یا چند افراد کی شمولیت سے ادا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے اجرت یا معاوضہ وعوض پر شرکت کرنا درست نہیں ہے۔

(ب) ''جاعل'' کی تعریف اور اس کے لیے دوگنا ثواب کی وجہ:

''جاعل'' سے مراد وہ شخص ہے جو کسی مجاہد کو سواری وغیرہ فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے دوگنا اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے جہاد کے لیے مجاہد تیار کیا اور ساتھ ہی اسے سواری فراہم کی یعنی ایک اجر جہاد کے لیے ذہن سازی کا ہے اور دوسرا سواری پیش کرنے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال 2: أنبأنا مختف بن سلیم قال ونحن و قوف مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعرفات قال قال یا أیھا الناس ان علی اھل کل بیت فی کل عام اضحیة وعتیرة أتدرون ما العتیرة ھذہ التی یقول الناس الرجبیة

(۱) بین الاختلاف فی وجوب الاضحیة وعدمه بین الامام أبی حنیفة والامام الشافعی رحمھما اللہ تعالیٰ مع دلائلھما؟

(قربانی کے وجوب یا عدم وجوب کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت

امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف بیان کریں؟)

(۲) هل الأضحية الواحدة تكفى عن أصحاب البيت كله أم لا؟ ان قلت لا، فاذكر الوجه والجواب عن الحديث المذكور؟

(کیا ایک قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو حدیث مذکور کا جواب کیا ہے؟)

جواب: (الف) قربانی کے وجوب وعدم وجوب میں مذاہب آئمہ:

کیا قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ہر مسلمان، عاقل، بالغ، صاحب نصاب اور مقیم پر قربانی واجب ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ ''تم اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو''

(ii) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ **من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا۔** ''جو شخص طاقت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے''۔

(iii) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ضحوا ''یعنی تم قربانی کرو''۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور ایک قول کے مطابق حضرت اما ابویوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی مجھ پر فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں کی گئی۔

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قربانی کرو، کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(iii) حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دو سال کے وقفہ سے قربانی کرتے تھے، تاکہ لوگ اسے واجب نہ خیال کرلیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔

۱- یہ روایات منسوخ ہیں یا ضعیف ہیں۔

۲- ہماری روایات قوی ہونے کی وجہ سے راجح ہیں۔

(ب) سب اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کرنے کا شرعی حکم:

جب ایک گھر میں متعدد گھرانے آباد ہوں اور ہر گھرانے کا سربراہ دوسری شرائط کے ساتھ صاحب نصاب بھی ہو تو ایک قربانی سب کی طرف سے کافی نہیں ہوگی بلکہ ہر گھرانے کے سربراہ کو الگ سے قربانی کرنا واجب ہے۔

اونٹ یا گائے وغیرہ کی سات افراد کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں حج قران وحج تمتع کی وجہ سے اونٹ کی قربانی بھی سات افراد کی طرف سے روا ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے گھر کے جتنے افراد صاحب نصاب ہوں گے، سب کی طرف سے الگ قربانی کرنا واجب ہوگی۔

حدیث کی توجیہ:

حدیث مذکورہ کی توجیہ یوں کی جائے گی کہ صاحب نصاب آدمی عموماً اپنے گھر کا سربراہ ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کافی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال 3: عن أبی سعيد الخدری أن أهل قريظة لما نزلوا على حكم سعد أرسل اليه النبی صلى الله عليه وسلم فجاء على حمار أقمر فقال النبی صلى الله عليه وسلم قوموا الی سيد كم أو الی خير كم فجاء حتى قعد الی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۱) فصل الاختلاف فی جواز قیام التعظیم و عدم جوازہ فی ضوء الحدیث؟

(قیام تعظیمی کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں اختلاف تفصیلاً بیان کریں؟)

(۲) اذکر الدلائل علی جواز قیام التعظیم مع الجواب عن الاحادیث التی ورد فیھا النھی؟

(قیام تعظیمی کے جواز کے دلائل بیان کریں؟ نیز ممانعت والی روایات کا جواب سپرد قلم کریں؟)

جواب: قیام تعظیم کے دلائل اور منکرین کے سوالات کے جوابات:

1۔ قیام تعظیمی کی پہلی دلیل:

بخاری شریف کی مشہور حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے قبیلہ بنوقریظہ نے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا حاکم مان لیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب کیا۔ ابھی وہ اپنی سواری پر ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا: تم اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اس حدیث میں نہایت صراحت سے کھڑے ہونے کا حکم ہے۔

منکرین قیام کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں کہا جاتا ہے چونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی تھے۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ لوگ آگے بڑھ کر انہیں سواری سے اتارلیں۔ اس لیے اس قیام سے قیام تعظیمی ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ کھڑے ہونے کا حکم سردار کی نسبت کے ساتھ ہے۔ اس لیے یہ لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کھڑے ہونے کا حکم اظہار تطعیم کے لیے تھا اور اسی کا نام قیام تعظیمی ہے۔

2۔ قیام تعظیمی کی دوسری دلیل:

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ان کے رضاعی باپ یعنی حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں بٹھانے کے لیے اپنی چادر شریف کا ایک کونہ بچھا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حاضر ہوئیں تو ان کے لیے دوسرا کونہ بچھایا۔ پھر آخیر میں رضائی بھائی حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ اس حدیث سے دوسرے کے لیے خود آپ کا قیام ثابت ہے۔

اس حدیث کے جواب میں منکرین قیام کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ رضاعی بھائی کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اکرام کے لیے نہیں تھا بلکہ جگہ بنانے کے لیے تھا کیونکہ آپ اگر اکرام کے لیے قیام فرماتے تو ماں باپ اس کے زیادہ مستحق ہے۔

اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اوّل تو اس حدیث میں ان کے لیے قیام کی نفی نہیں ہے اور عدم ذکر عدم قیام کا ثبوت نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ بٹھانے کے لیے اپنی چادر بچھا دینا ان کے اکرام کے لیے بہت کافی تھا۔ رضاعی بھائی کے سلسلے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: (قام فاجلس بین یدیہ) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے سامنے انہیں بٹھایا۔ اگر جگہ کی قلت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہوتا تو حدیث کے الفاظ یہ ہوتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنی جگہ پر انہیں بٹھایا۔ دوسرا یہ کہ جگہ بنانے کے لیے کھسک جانا کافی تھا۔ کھڑے ہونے کی کوئی حاجت نہیں تھی۔

3۔ قیام تعظیمی کی تیسری دلیل:

فتح مکہ کے دن ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ خوف کی وجہ سے یمن کی طرف بھاگ گئے تھے۔ اسی حالت میں انہیں خدا نے توفیق دی اور وہ اسلام لے آئے۔ اس کے بعد ان کی اہلیہ انہیں اپنے ہمراہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جیسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا جذبہ مسرت میں کھڑے ہو گئے اور ان کا استقبال کیا۔

اسی طرح فتح خیبر کے دن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس تشریف لائے

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا اور فرمایا: میں نہیں بتا سکتا کہ جعفر کے آنے سے مجھے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔

اسی طرح کی ایک حدیث اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آئے تو اس وقت آپ میرے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور انہیں گلے سے لگایا۔

ان تینوں حدیثوں میں دوسروں کے لیے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کرنا ثابت ہوا۔ اس بنیاد پر یہ کہنا صحیح ہے کہ دوسرے کے لیے قیام کرنا جائز ہے بلکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

4۔ قیام تعظیمی کی چوتھی دلیل:

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ بات کرتے تھے اور سلسلہ گفتگو ختم ہو جانے کے بعد جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدے میں داخل نہ ہو جاتے۔ اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابہ کرام کا کھڑا ہونا اور کھڑا رہنا ثابت ہو گیا۔

5۔ قیام تعظیمی کی پانچویں دلیل:

اس حدیث کو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد ترمذی اور حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے قیام فرماتے تھے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے تھے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: (قَامَ اِلَيْهَا قَبَّلَهَا ثُمَّ

اَخَذَ بِيَدِهَا حَتّٰى يُجْلِسَهَا فِيْ مَكَانِهٖ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر ان کا استقبال کرتے، ان کی پیشانی چومتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ اس حدیث سے بھی دوسروں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ثابت ہو گیا۔

منکرین قیام کی طرف سے اس حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اکرام کے طور پر نہیں تھا بلکہ جگہ کی تنگی تھی۔ اس لیے جگہ بنانے کے لیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جگہ بنانے کے لیے کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں تھی صرف کھسک جانا کافی تھا۔ اگر جگہ اتنی تنگ تھی کہ دو آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بٹھا کر باہر چلے جاتے ہوں حالانکہ کسی حدیث میں ایسی روایت نہیں ملتی۔

6۔ قیام تعظیمی کی چھٹی دلیل:

امام ابوداؤد کی یہ حدیث ہے جسے انہوں نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اٹھنے، بیٹھنے، بات چیت اور اپنی جملہ عادات واطوار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ متابہت رکھتی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیما کھڑی ہو جاتی تھیں، آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیتی تھیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتی تھیں۔

اس حدیث کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قیام تعظیمی ایک آدھ بار کا نہیں تھا بلکہ پوری زندگی ان کا معمول ہی یہ تھا۔ پھر یہ بات بھی گہرائی میں اتر کر سوچنے کی ہے کہ اگر ان کا یہ قیام تعظیمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناجائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل سے انہیں یقیناً روک دیتے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قیام تعظیمی سے انہیں نہ روکا تو چودھویں صدی کے لوگوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمیں آپ کے قیام تعظیمی سے روکیں؟

7۔ قیام تعظیمی کی ساتویں دلیل:۔

یہ حدیث حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے جیسا کہ کنز العمال میں اس کی صراحت موجود ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنی جگہ سے اپنے بھائی کے لیے اٹھے مگر بنو ہاشم دوسرے کے لیے نہ اٹھیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: **يقوم الرجل من مجلسه لاخيه الا بنوها شم لا يقومون لا حد**۔ اس حدیث سے دوسرے کے لیے قیام تعظیمی کا نہ صرف جواز ثابت ہوا بلکہ استحباب بھی ثابت ہوگیا' کیونکہ امر کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے۔

قسم ثانی: آثار سنن

سوال 4: عن البراء رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابأس ببول ماأكل لحمه .

(۱) بين اختلاف الائمة فی حكم بول مايؤ كل لحمه مع دلائلهم؟

(ماکول اللحم جانور کے پیشاب کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۲) اذكر أجوبة الأحناف عن حديث العرينيين؟

(حدیث عرینین کے بارے میں احناف کی طرف سے جوابات تحریر کریں؟)

جواب: (الف) ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے شرعی حکم بارے میں مذہب آئمہ:

کیا ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب اور گوبر پاک ہے یا نجس؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب اور گوبر پاک ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہے۔

(i) حدیث مذکورہ ہے جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لاباس ببول ما اكل لحمه .**

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر کعبہ کی طرف سفر کیا بلکہ بیت اللہ کا طواف کیا۔

ظاہر ہے کہ اونٹ نے پیشاب کیا ہوگا اور اس کا گوبر بھی مسجد میں گرا ہوگا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب اور گوبر طاہر ہے ورنہ اسے استعمال میں ہرگز نہ لایا جاتا۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا پیشاب اور گوبر نجس ہے، دلائل یہ ہیں:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: **استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه**، یعنی تم پیشاب سے پرہیز کرو، کیونکہ عموماً عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے''۔

(ii) روایات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبور کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے جرم کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کے قطروں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی تر شاخ کے دو ٹکڑے کیے، ایک ایک دونوں قبروں پر رکھ دیا اور فرمایا: اب ان کے عذب میں تخفیف ہوگئی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اونٹ کو مسجد میں داخل کرنے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پیشاب اور گوبر بھی ضرور کرے گا۔

(ب) اہل عرینہ کو پیشاب پینے کی اجازت کی وجوہات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرینہ کو صدقہ کے اونٹوں کا پیشاب پینے کا جو حکم دیا تھا وہ اس کے پاک ہونے کی وجہ سے نہیں تھا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا تھا کہ ان لوگوں کے مرض کا علاج

پیشاب پینے میں رکھا گیا ہے۔

۲- الخبیثات للخبیثین، پر عمل کرتے ہوئے ان کا علاج پیشاب پینا تجویز کیا گیا تھا۔

۳- بطور عبرت ان لوگوں کے لیے یہ علاج تجویز کیا گیا تھا، کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جو مظالم ڈھائے تھے، اس کی مثال نہیں ملتی۔

سوال 5: عن أنس رضی اللہ عنہ قال ذکروا النار والناقوس فذکروا الیهود و النصاری فامر بلال أن یشفع الأذان وأن یوتر الاقامة

(۱) ترجم الحدیث الی الأردیة و بین معنی الأذان لغة و اصطلاحا؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور اذان کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟)

(۲) ماحکم الشرعی للأذان عند الفقهاء الکرام؟ فصل أقوالهم بالدلائل؟

(فقہاء کے نزدیک اذان کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس بارے میں ان کے اقوال نقل کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں (صحابہ کرام) نے آگ جلانے اور ناقوس استعمال کرنے کا ذکر کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہود و نصارٰی کے طریقہ کا بھی ذکر کیا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور اقامت کے الفاظ ایک ایک بار کہیں۔

اذان کا لغوی واصطلاحی:

لفظ کلام اور سلام کی طرح لفظ اذان، بھی خلاف قیاس بروزن فعال باب تفعیل کا مصدر ہے۔ لفظ ''اذان'' کا لغوی معنی ہے: مطلق اعلان۔ چنانچہ اس ارشاد ربانی میں بھی ''اذان'' کا یہی معنی مراد لیا گیا ہے: اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ، یعنی ''یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول کی طرف سے اعلان ہے''۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنی ہے: مخصوص الفاظ کے ساتھ مخصوص لوگوں کو مخصوص اوقات میں مخصوص عبادت کی دعوت دینا۔

(ب) اذان کی شرعی حیثیت میں اقوال فقہاء:

نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کے لیے اذان پڑھی جائے گی، اس کی شرعی حیثیت میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

۱- سنت مؤکدہ ہے۔

۲- واجب ہے۔

سوال 6: عن حذیفة رضی اللہ عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرکع فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم وفی سجوده سبحان ربی الأعلی۔

(۱) ماحکم التسبیح فی الرکوع والسجود عندالائمة العظام رحمهم اللہ تعالٰی؟

(آئمہ کرام کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیح کا کیا حکم ہے؟)

(۲) الفاظ التسبیح للرکوع والسجود مخصوص أم لا؟ بین اختلاف الائمة فی هذه المسئلة؟

(رکوع اور سجود میں بطور تسبیح استعمال ہونے والے الفاظ مخصوص ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) رکوع وسجود میں تسبیح کہنے کا حکم:

رکوع وسجود میں تسبیح پڑھنے کی شرعی حیثیت میں فقہاء وعلماء کے دو اقوال ہیں:

۱- یہ سنت ہے۔ ۲- یہ واجب ہے۔

(ب) رکوع اور سجود کی تسبیح میں اقوال فقہاء:

رکوع اور سجود کی تسبیح کے الفاظ میں فقہاء کے دو، دو اقوال ہیں۔

رکوع کی تسبیح کے الفاظ میں اقوال:

قول اوّل:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کم ازکم تین باریازیادہ اورزیادہ کی صورت میں طاق عددہونا چاہیے۔

قول دوم:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تین بار، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ، ایک بار

سجود کی تسبیح میں اقوال:

قول اوّل:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کم ازکم تین باریازیادہ اورزیادہ کی صورت میں طاق عددہونا چاہیے۔

قول دوم:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔ ایک بار

☆☆☆☆☆☆

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/**1216**ء

﴿الورقة الخامسة: لسنن النسائى و ابن ماجه﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظه: أجب عن اثنين من كل قسم

القسم الأول ...... لسنن النسائى

السؤال الأول: أجب عن الأسئلة التالية باللغة العربية؟

(١) ماهو مسلك الامام النسائى؟ اذكر الأقوال المختلفة فيه؟ ١٠

(٢) ماقال العلماء فى شان الامام النسائى؟ ١٠

(٣) ماهو اسم الامام ابن ماجة و ما وجه كنيته بابن ماجة؟ ٥

السؤال الثانى: عن أبى سعيد الخدرى قال قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انتوضأ من بيئر بضاعة وهى بئر يطرح فيها لحوم الكلاب والحيض والنتن فقال الماء طهور لاينجسه شى ء؟

(١) فصل اختلاف الائمة فى نجاسة الماء الراكدمع دلائلهم؟ ١٥

(٢) من استدل بقوله صلى الله عليه وسلم الماء طهور لاينجسه شىء؟ وماالجواب عند الأحناف؟ ١٠

السؤال الثالث: عن أبى عمير بن أنس عن عمومة له أن قوما رأوا الهلال فأتوا النبى صلى الله عليه وسلم فأمرهم أن يفطروابعد ماارتفع النهار و أن يخرجوا الى العيد من الغد

(۱)فصل الاختلاف بين الائمة في وجوب صلوة العيد وعدم وجوبه مع دلائل كل فريق؟ ۱۵

(۲)بين أن تاخير صلوٰة عيدالفطر جائز الى اليوم الثانى بعذر أم لا؟ وأى عذر معتبرفيه؟ ۱۰

القسم الثانى...... سنن ابن ماجة

السؤال الرابع: عن ابى ذر قال قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أباذر لان تغدو فتعلم اية من كتاب الله خير لك من أن تصلى مائة ركعة ولان تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به أو لم يعمل خير من أن تصلى ألف ركعة .

(۱)انقل الحديث الى الاردية وشكله .

(۲)"قوله صلى الله عليه وسلم مثل من تعلمه فرقد و هوفى جوفه كمثل جراب او كى على مسك" يدل على ان العلم بلا عمل لايفيد .فما الجواب عنه؟ ۱۵

السؤال الخامس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى دية الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض و عشرون بنت لبون و عشرون بنى مخاض ذكور؟

(۱)ترجم الحديث و بين معنى الدية لغة و شرعاً؟ ۱۰

(۲)فصل أقسام القتل مع بيان أن فى أى قسم تجب الدية؟ ۱۵

السؤال السادس: عن رافع بن خديج قال كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم فى سفر فقلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انا نكون فى المغازى فلايكون معنا مدى فقال ماانهر الدم و ذكر اسم الله عليه فكل غير السن والظفر فان السن عظم والظفر مدى الحبشة .

(۱)انقل الحديث الى الأردية واذكر فى ضوء الحديث أن النبى صلى الله عليه وسلم لم استثنى السن والظفر؟ ۱۰

(۲)بين حكم الذبح بالسن والظفر عندالائمة مع دلا

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ پنجم: سنن نسائی وابن ماجہ﴾

(قسم اوّل: سنن نسائی)

سوال ۱: أجب عن الأسئلة التالية باللغة العربية:

(درج ذیل سوالات کے عربی میں جواب دیں؟)

(۱)ماهو مسلك الامام النسائى؟ اذكر الأقوال المختلفة فيه .

(حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک کیا تھا؟ اس بارے میں مختلف نقل کریں؟)

(۲)ماقال العلماء فى شان الامام النسائى؟

(حضرت امام نسائی کی فضیلت کے بارے میں علماء نے کیا کہا ہے؟)

(۳)ماهو اسم الامام ابن ماجة و ما وجه كنيته بابن ماجة؟

(حضرت امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام کیا ہے؟ ان کی کنیت ابن ماجہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟)

جواب: (الف) مسلک الامام النسائی وفیہ الاقوال المختلف:

وهو كا احد امن الآئمة لاهل السنة وقال بعض انه كان من اهل التشيع لانه صنف "كتاب الخصائص، فى شان على رضى الله عنه .

(ب) کلمات الثناء فی شان الامام النسائی رحمہ اللہ تعالیٰ:

۱-قال المنصور الفقيه واحمد بن سلامة الطحاوى رحمهما الله تعالى: ابو عبدالرحمن النسائى امام من آئمة المسلمين .

۲-قال ابو الحسن محمد بن مظفر الحافظ رحمه الله تعالى سمعت

مشائخنا بمصر یعترفون له بالتقدیم والا مانة ویصفون من اجتهاده فی الصلوٰة باللیل والنهارو مواظبته علی الحج والجهاد ۔

۳–قال الحافظ ابن الکثیررحمه الله فی البدایة: وکذلك اثنی علیه غیرواحد من الآئمة وشهدو اله بالتقدم والفضل فی هٰذا الشان ۔

۴–قال ابن الاثیر رحمه الله تعالیٰ : الامام الحافظ شیخ الاسلام احد الآئمة المبرزین والحفاظ المتقین والاعلام المشهورین ۔

(ج) اسم امام ابن ماجة وکنیته:

وکان اسم امام ابن ماجة: محمد اوکنیته : ابا عبدالله ۔ویکون اسمه کا ملاً مع کنیته: ابو عبدالله محمد بن یزیدبن ماجة رحمهم الله تعالیٰ ۔

سوال 2: عن أبی سعید الخدری قال قیل یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انتوضأ من بئر بضاعة وهی بئر یطرح فیها لحوم الکلاب والحیض والنتن فقال الماء طهور لاینجسه شی ء ۔

(۱)فصل اختلاف الائمة فی نجاسة الماء الراکدمع دلائلهم ۔

(کھڑے پانی میں نجاست گرنے سے پلید ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۲)من استدل بقوله صلی الله علیه وسلم الماء طهور لاینجسه شیء؟ وماالجواب عند عند الأحناف؟

(الفاظ حدیث ”الماء طهور لاینجسه شیء“ سے کس نے استدلال کیا ہے؟ احناف کی طرف سے اس کا جواب کیا ہے؟)

جواب: (الف) کھڑے پانی میں نجاست گرنے سے اس کے نجس یا عدم نجس کے بارے میں مذاہب آئمہ:

ماء جاری وہ ہے جو تنکا بہا کر لے جائے، اس کے بارے میں تمام آئمہ فقہ کا اختلاف

ہے کہ اس میں نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ رنگ، بو اور ذائقہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے۔

دریافت طلب یہ بات ہے کہ ماء راکد میں نجاست گرنے سے وہ پلید ہوتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱–حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ماء قلیل و کثیر میں فرق ہے۔ ماء راکد قلیل مطلقاً نجاست گرنے سے نجس ہو جاتا ہے خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ بھی ہو لیکن راکد کثیر اس وقت تک نجس نہیں ہوتا جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے۔

آئمہ ثلاثہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایبولن احد کم فی الماء الدائم الذی لایجری ثم یغتسل فیه ۔ یعنی ”تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر وہ اس سے غسل کرے“۔

(ii) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یبال فی الماء الراکد ۔ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے“۔

(iii) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: ظهور اناء احد کم اذا اولغ فیه الکلب ان یغسله سبع مرات اولهٰن بالتراب ۔ ”جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے جبکہ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ صاف کیا جائے“۔

۲–حضرت امام مالک اور اہل ظاہر کے نزدیک ماء راکد میں نجاست گرنے سے مطلقاً نجس نہیں ہوتا مگر جب نجاست کا غلبہ ہو جائے اور پانی کی روانی کو ختم کر دے۔

انہوں نے زیر بحث حدیث سے دلیل اخذ کی ہے، جس میں صراحت سے فرمایا گیا ہے: **ان الماء طهور لاينجسه شیء**۔ یعنی "پانی پاک ہے اور اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی"۔

(ب) آئمہ ثلاثہ کی طرف سے اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(i) الماء میں سیاق حدیث اور قرینہ سوال کی بناء پر الف لام عہد خارجی کا ہے، اس سے خاص بئر بضاعہ کا پانی مراد ہے نہ کہ مطلق پانی اور بئر بضاعہ کا پانی جاری تھا۔

(ii) اگر پانی کو عام بھی تسلیم کیا جائے تو تب بھی دیگر احادیث مبارکہ کے باعث حدیث ماء جاری اور ماء راکد کثیر سے مقید ہوگا۔

(iii) زیر بحث حدیث سند میں اضطراب کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے، کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے۔

سوال 3: عن أبی عمیر بن أنس عن عمومة له أن قوما رأوا الهلال فأتوا النبی صلی الله علیه وسلم فأمرهم أن یفطروا بعد ما ارتفع النهار و أن یخرجوا الی العید من الغد

(۱) فصل الاختلاف بین الائمة فی وجوب صلوة العید وعدم وجوبه مع دلائل کل فریق؟

(نماز عید کے وجوب یا عدم وجوب کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(۲) بین أن تاخیر صلوة عیدالفطر جائز الی الیوم الثانی بعذر أملا؟ وأی عذر معتبر فیه؟

(نماز عیدالفطر عذر کے سبب دوسرے دن تک مؤخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قابل اعتبار عذر کون سا ہو سکتا ہے؟)

جواب: (الف) نماز عید کے وجوب یا عدم وجب میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز عید واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز عیدین سنت مؤکدہ ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ کسی مجبوری کی بنا پر مقررہ دن میں یہ نماز ادا نہ کی جاسکے تو دوسرے ادا کی جاسکتی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عیدین واجب ہے۔ آپ نے بھی زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس میں وضاحت ہے کہ اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے عید دن میں نماز عید نہ پڑھی جاسکے تو دوسرے دن اس کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ نماز عیدین ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس بارے میں دو اقوال ہیں: پہلا قول اس کے وجوب کا ہے اور دوسرا اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا ہے۔ دوسرے قول کی دلیل مشہور روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں جبکہ وہ تمہارے لیے سنت ہیں: (۱) نماز وتر (۲) نماز چاشت (۳) نماز عید۔

علاوہ ازیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز عیدین واجب ہوتی تو اس کے لیے اذان و اقامت کا بھی اہتمام ہوتا جبکہ شرعی طرح پر یہ بات نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ بات ضروری نہیں ہے کہ جو نماز واجب ہو اس کے لیے اذان واقامت بھی ہو مثلاً نماز جنازہ واجب ہے لیکن اس کے لیے اذان واقامت نہیں ہے۔

جمہور فقہاء احناف کے نزدیک نماز عیدین واجب ہے۔ اس پر مزید ایک دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے: وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ ۔ "اور تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو جس کی اس نے تمہیں رہنمائی فرمائی ہے"۔ جب نماز عیدین میں تکبیریں کہنا واجب ہے تو نفس نماز کا بھی تقاضا ہے کہ یہ واجب ہو۔

(ب) دوسرے دن نماز عید الفطر ادا کرنے کے شرعی اعذار:

اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر مقررہ دن میں نماز عید الفطر نہ پڑھی جا سکے تو دوسرے دن پڑھی جاسکتی ہے لیکن اس کے بعد مؤخر نہیں کی جاسکتی۔ سوال یہ ہے کہ وہ شرعی اعذار کون سے ہیں جن کی بنا پر نماز عید الفطر دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے؟ نماز عید الفطر دوسرے دن تک مؤخر کرنے کے شرعی اعذار تین ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- مسلسل شدید بارش کا نزول ہونا

۲- خوف دشمن ہونا

۳- چاند نظر آنے کی اطلاع بعد از زوال موصول ہونا۔

قسم ثانی: سنن ابن ماجہ

سوال 4: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰیَةً مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ أَنْ تُصَلِّیَ مِائَةَ رَکْعَةٍ وَلَأَنْ تَغْدُوْ فَتَعَلَّمْ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عَمِلَ بِهٖ أَوَ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرٌ مِّنْ أَنْ تُصَلِّیَ أَلْفَ رَکْعَةٍ ۔

(ا) انقل الحدیث الی لاأدیة وشکله؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) "قوله صلی اللّٰه علیه وسلم مثل من تعلمه فرقد و هوفی جوفه کمثل جراب او کی علی مسك" یدل علی ان العلم بلا عمل لایفید ۔فما الجواب عنه؟

جواب: (الف) ترجمہ واعراب:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "اے ابوذر! اگر تم صبح کے وقت قرآن کریم کی ایک آیت سیکھ لو یہ تمہارے لیے ایک سو رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے اور اگر تم صبح کے وقت کوئی مسئلہ سیکھ تو خواہ تم اس پر عمل کرو یا نہ کرو، تو یہ تمہارے لیے ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے"۔

(ب) احادیث میں تعارض کا جواب:

پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ علم بغیر عمل کے مفید ہے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم بغیر عمل کے غیر مفید ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا۔ اس کا ارتفاع یوں کیا جاسکتا ہے کہ دوسری روایت میں صاحب علم سونے کی وجہ سے مرفوع القلم ہوگیا جبکہ علم کی روشنی اس کے دل و دماغ کو جلاء بخشے ہوئے ہے، جس طرح خوشبو استعمال کرنے کے بعد جسم پر کپڑا ڈالنے سے خوشبو کالعدم نہیں ہوتی بلکہ وہ محفوظ ہوتی ہے۔ اسی طرح وقتی طور پر عمل موقوف ہوگیا اور بیدار ہونے کے بعد وہ بحال ہوگیا۔ ہماری تائید اس مشہور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ عالم باعمل کا سونا جاہل کی رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

سوال 5: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی دیة الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض و عشرون بنت لبون و عشرون بنی مخاض ذکور ۔

(ا) ترجم الحدیث و بین معنی الدیة لغة و شرعاً؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور "دیۃ" کا لغوی و شرعی معنیٰ بیان کریں؟)

(۲) فصل أقسام القتل مع بیان أن فی أی قسم تجب الدیة ۔

(اقسام قتل بیان کریں اور وہ قتل بتائیں جس میں دیت واجب ہوتی ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل خطاء کی دیت یہ ہے: بیس اونٹ تین سال کے، بیس اونٹ چار سال کے، بیس اونٹیاں دو سال کی، بیس اونٹیاں ایک۔ سال کی اور بیس اونٹ ایک سال کے (کل تعداد ایک سو اونٹ ہیں جو دیت میں دیئے جائیں گے)

دیت کا لغوی وشرعی معنی:

لفظ ''دیت'' کا لغوی معنی ہے: مقتول کا حق ومعاوضہ۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنی ہے: کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو تلف کرنے کی وجہ سے جو شرعی تاوان واجب ہوتا ہے۔ بعض اوقات جان کے ضائع کرنے کے تاوان کو ''دیت'' اور عضو کے تلف کرنے کے تاوان کو ''ارش'' کہا جاتا ہے۔

(ب) اقسام قتل:

قتل کی پانچ اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) قتل عمد۔ (۲) قتل شبہ عمد۔ (۳) قتل خطاء۔ (۴) قتل قائمقام خطاء۔ (۵) قتل بالسبب۔

قتل اور اس کی دیت:

حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قسم کے قتل میں دیت واجب ہوتی، اس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

اوّل: قتل خطاء اس میں پانچ قسم کے ایک سو اونٹ بطور دیت واجب ہوتے ہیں:

(۱) بیس: دو سال کی اونٹیاں (۲) بیس تین سال کی اونٹنیاں (۳) بیس دو سال کے اونٹ (۴) بیس چار سال کے اونٹ (۵) بیس پانچ سال کے اونٹ۔

دوم: قتل شبہ عمد: اس کی دیت چار قسم کے ایک سو اونٹ ہیں:

(۱) پچیس اونٹنیاں دو سال کی۔ (۲) پچیس اونٹنیاں تین سال کی۔ (۳) پچیس اونٹیاں تین سال کی۔ (۴) پچیس اونٹنیاں پانچ سال کی۔

یا دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینا بطور دیت ہوں گے۔

سوال 6: عن رافع بن خديج فال كنا مع النبی صلی الله علیه وسلم فی سفر فقلت یا رسول الله صلی الله علیه وسلم انا نكون فی المغازی فلایكون معنا مدی فقال ماانهر الدم و ذكر اسم الله علیه فكل غیر السن

والظفر فان السن عظم والظفر مدی الحبشة ۔

(۱) انقل الحدیث الی الأردیة واذكر فی ضوء الحدیث أن النبی صلی الله علیه وسلم لم استثنی السن والظفر؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانت اور ناخن کو مستثنیٰ کیوں کیا؟)

(۲) بین حكم الذبح بالسن والظفر عندالائمة مع دلائلهم؟

(دانت اور ناخن سے ذبح شدہ جانور کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم غزوات میں ہوں تو ہمارے پاس چھریاں نہیں ہوتیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جس چیز سے بھی خون بہایا جائے تو تم کھالو، سوائے دانت اور ناخن کے۔ دانت تو اس لیے کہ یہ ہڈی ہے اور ناخن اس لیے کہ یہ حبشی لوگوں کی چھری ہے۔

دانت اور ناخن کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ:

جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر چھری یا کوئی بھی تیز دھار چیز جو خون بہا دے سے ذبح کیا جا سکتا ہے لیکن دانت اور ناخن کو ذبح کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ ان دونوں کے استثناء کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دانت ہڈی ہے جو جنات کی خوراک ہے، اس سے جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ ناخن کو اس لیے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کہ یہ حبشی لوگوں کی چھری ہے اور ان سے مشابہت کی وجہ سے اس سے ذبح کرنا منع ہے۔ اغیار سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **من شبه بقوم فهو منهم** ۔ ''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اسے ان

وگوں میں شمار کیا جاتا ہے"۔

(ب) دانت اور ناخن سے ذبح کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا دانت اور ناخن سے جانور ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دانت یا ناخن سے کسی جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے، خواہ یہ جسم سے متصل ہوں یا الگ ہوں۔ انہوں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دانت اور ناخن جسم سے الگ ہوں تو ان سے جانور کو ذبح کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ اگر یہ جسم سے متصل ہوں تو ان سے ذبح کرنا منع ہے۔ آپ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص شکار پائے تو اس کے پاس چھری نہ ہو کیا وہ پتھر یا لاٹھی وغیرہ سے ذبح کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَ شِئْتَ وَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ۔ "تم جس چیز سے بھی خون بہا سکتے ہو، ذبح کر و اور اس پر بسم اللہ پڑھ لیا کرو"۔ اس روایت میں دانت اور ناخن کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔ دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی ممانعت والی روایات اس صورت پر محمول ہیں جب وہ جسم سے متصل ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

شرح صحیح بخاری شریف
مکمل 12 جلدیں
ترجمہ
ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبرکات ایامہ ولیالیہ
شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

شرح صحیح مسلم شریف
مکمل 8 جلدیں
ترجمہ
ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبرکات ایامہ ولیالیہ
شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

شرح جامع ترمذی شریف
مکمل 6 جلدیں
ترجمہ
ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبرکات ایامہ ولیالیہ
شارح
محمد یٰسین قصوری نقشبندی

شرح ابوداؤد شریف
مکمل 8 جلدیں
ترجمہ وشرح
ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبرکات ایامہ ولیالیہ
شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

شرح نسائی شریف
مکمل 6 جلدیں
ترجمہ وشرح
ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبرکات ایامہ ولیالیہ
شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

شرح ابن ماجہ شریف
مکمل 6 جلدیں
ترجمہ وشرح
ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبرکات ایامہ ولیالیہ
شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شرح
انتخابِ احادیث

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

مکمل
5
جلدیں

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز ®
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006